إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

شمارہ نمبر 29

جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب 1437ھ | مارچ، اپریل، مئی 2016ء

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

نگران

حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

23 مارچ

دو قومی نظریہ اور ہم

شہیدان ناموس رسالت ﷺ

عظمت قرآن مستشرقین کی نظر میں

انسداد دہشت گردی میں سعودی عرب کا کردار

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

29

بیکاء

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

اعزاز الحق نعیم

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

مجلس ادارت

- پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ
- غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ
- ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ
- ڈاکٹر مسعود اظہر حفظہ اللہ
- الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ
- الشیخ محمد مالک بھنڈر رحمہ اللہ
- الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ
- الشیخ عثمان اسماعیل سلفی حفظہ اللہ
- ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-5073941 /055-3846592

مجلّہ المکرم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.scribd.com/almukarramgrw

Email: mukarram.grw@gmail.com

زرتعاون ماہنامہ ——— 25 روپے

زرتعاون سالانہ ——— 100 روپے

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

سرکولیشن منیجر

اشعر غسان

0333-8111709

جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب
1437ھ

مارچ، اپریل، مئی
2016ء

فہرس

درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	3
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	4
اللہ کی صفات کا بیان	مولانا رحمت اللہ شاکر	6
احکام ومسائل	شیخ عبدالوحید ساجد	12
عظمت قرآن مستشرقین کی نظر میں	ڈاکٹر میاں عبدالسمیع	14
انسداد دہشت گردی میں سعودی عرب کا کردار	حافظ محمد ہاشم یزمانی	21
۲۳ مارچ دوقومی نظریہ اور ہم	مولانا عثمان اسماعیل سلفی	27
سوشل میڈیا چیٹنگ	مولانا رفیق طاہر	35
شہیدان ناموس رسالت ﷺ	مولانا محمد عظیم حاصلپوری	38
کیا برداشت پیدا کی جاسکتی ہے.....؟	مجیب الرحمٰن سیاف	47
چمن کی حفاظت	مولانا محمد یحییٰ طاہر	51
زلزلے محض ظاہری حرکت یا عذاب اور تنبیہ	حافظ اعزاز الحق نعیم	58

جامعہ اسلامیہ سلفیہ جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

شعبہ جات

علوم اسلامیہ (درس نظامی)
تجوید القرآن
حفظ القرآن
ترجمۃ القرآن

ناظرۃ القرآن
تعلیم بالغاں
تعلیم نسواں
دارالافتاء

نشر واشاعت

نوٹ / جامعہ ھذا کے تمام شعبہ جات کا آغاز 10 شوال سے ہوتا ہے / 0321-7202700

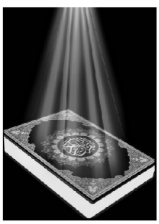

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس قرآن

اصلاحِ معاشرہ

شیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الجامعہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (البقرۃ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

آیتِ بالا میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ، اس طرح نہیں کہ جو باتیں من پسند ہوں انہیں قبول کر لیا اور جو خواہشات کے مطابق نہیں ان کو نظر انداز کر دیا، کیونکہ اسلام ایک کامل اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس آیت میں بدعات کو اپنانے اور جاری کرنے والوں، نیز سیکولر ذہن رکھنے والوں کی تردید ہے جو دین کو چند عبادات: نماز، روزہ اور مساجد تک محدود کرنا چاہتے ہیں۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانو! تمہارا عقیدہ و عمل، تہذیب و ثقافت، رسم و رواج، تجارت و ملازمت، سیادت و سیاست، معیشت و معاشرت الغرض سب کچھ اسلامی اور دین و ایمان کے تقاضے کے مطابق ہونا چاہیے، نہ کہ دیگر اقوام خصوصاً یہود و نصاریٰ کی طرح۔ جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

''کیا تم کتاب کے بعض (احکام) پر ایمان لاتے ہو اور بعض (احکام) کے ساتھ کفر کرتے ہو!'' (البقرۃ:۸۵)

قرآن مجید کی اس آیت پر ان لوگوں کو خوب غور کرنا چاہیے جو غیر اسلامی رسم و رواج چھوڑنے پر آمادہ نہیں بلکہ خلافِ اسلام باتوں کے لیے حسین فلسفے تراش کر پیش کرتے ہیں بقیہ صفحہ نمبر:5

درس حدیث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بالوں کو مہندی لگانا

شیخ محمد مالک بھنڈر

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ الیَهُودَ وَالنَّصَارَی لَا یَصْبُغُونَ ، فَخَالِفُوهُمْ

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہودی اور عیسائی بالوں کو نہیں رنگتے، چنانچہ تم ان کی مخالفت کرو۔'' (بخاری:۵۸۹۹، مسلم:۲۱۰۳)

بالوں کو رنگنے کا حکم استحبابی ہے کیونکہ حضرت ابو جحیفہ t سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے یہ بال سفید تھے، ان کا اشارہ نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کے بالوں کی طرف تھا۔'' (بخاری:۳۵۴۵، مسلم:۳۲۴۲)

اسی طرح حدیث میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نبی ﷺ نے خضاب نہیں لگایا تھا، (مزید) فرمایا کہ نبی ﷺ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے، صرف داڑھی کے اگلے حصے میں سترہ یا بیس بال سفید تھے۔'' (ابن ماجہ:۳۶۲۹)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کے سفید بالوں کی تعداد بیس کے قریب تھی۔'' (سنن ابن ماجہ، ترمذی فی الشمائل)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بالوں کو رنگنا لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔ بالوں کو سیاہ رنگ لگانا منع ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا، ان کا سر ((ثغامة)) (سفید گھاس) کی طرح سفید تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انہیں ان کے گھر کی کسی خاتون کے پاس لے جاؤ، وہ ان کے بالوں کا رنگ تبدیل کر دے

اورانہیں سیاہ رنگ سے بچانا۔''

اگر رنگ ملا کر بھی لگایا جائے تو کالا رنگ غالب نہ ہو بلکہ مغلوب ہو۔آج کل بے دین اور دیندار لوگوں میں کالا رنگ لگانے کا عام رواج ہے۔کوئی کہتا ہے''ڈارک براؤن''لگایا ہے اور کوئی کہتا ہے''ملا کر'' لگایا ہے، یہ سب تاویلات ہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ کالے رنگ سے بچنا لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین أللھم آمین.

بقیہ درس قرآن

اور برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھا کر عام مسلمانوں کے سامنے آزادی یا تفریح کے نام سے پروگرام سجاتے ہیں۔اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کا حکم دینے کے ساتھ یہ بھی تنبیہ کردی:

وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (البقرة:٢٠٨)

''کہ شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔''

کیونکہ شیطان ہی ہے جو ان کے لیے برے اعمال حسین بنا کر پیش کرتا ہے، چنانچہ قرآن میں ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ (النمل: ٢٤)

''اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کردیے ہیں، پس انہیں اس نے اصل راستے سے روک دیا ہے۔''

شیطان تو مسلمان کا دشمن ہے، اس کی دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔اس لیے ہر مسلمان کو اس کی چال کو سمجھ کر اس کے جال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اسلام پر مکمل عمل کرنے کے ساتھ شیطان کے ہتھکنڈوں سے بھی بچا جاسکے۔

سلسلہ اصلاح عقائد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی صفات کا بیان

اللہ اکبر
Allhu Akbar

مولانا رحمت اللہ شاکر

الرب تبارک وتعالی

«الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» الفاتحہ :2

"ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جو سب جہانوں کا پروردگار ہے"

رَبَّ یَرُبُّ کا معنی پرورش کرنا، نگہداشت کرنا، اشیاء ضروریہ غذا وغیرہ دینا اور مضرتوں سے بچانا، اگر کسی چیز کی طرف نسبت ہو تو مراد مالک ہونا، ٹھیک کرنا اور مضبوط کرنا ہوتا ہے، اگر نعمت کی طرف نسبت ہو تو نعمت کو بڑھانا اور محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ القاموس الوحید (ص 586)

عربی زبان میں رب مالک، سید (سردار) مدبر (معاملات کی تدبیر کرنے والا) مربی، قیم (نگہبانی کرنے والے) کو کہتے ہیں النہایہ لابن لاثیر 2/179

شریعت میں اس کا مطلب یہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالی رب الارباب ہے، معبود العباد ہے، آقا وغلام اور تمام انسان اس کی ملکیت ہیں، ہر ذی روح اس کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے، زمین وآسمان کی تمام مخلوق اس کے سامنے عاجز اور اس ماتحت ہے، وہی ذات ہے جو ساری مخلوق کو نعمتوں سے نوازتی ہے، کائنات کو وجود عطا کر کے ہر چیز کو ضرورت کے مطابق کمال دیتی ہے، اور ضروریات زندگی مہیا کرتی ہے، اور ہر چیز کو مناسب جسامت عطا فرمائی، اور مخلوق پیدا کر کے اسے جینے کا مقصد بھی سمجھایا، اور اپنے بندوں پر عظیم نعمتوں کا نزول فرمایا جن کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے۔

انبیاء واولیاء کے دل میں تکریم

رب: اللہ تعالی کا ایسا نام ہے جس کی انبیاء، اولیاء اور اہل عقل ودانش کے دلوں میں بہت زیادہ عظمت وشان ہے کیونکہ اس میں صفت جلال وجمال اور کمال موجود ہے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ

میں دعاوں کی ابتدا اسی سے ہے

آدم علیہ السلام کی دعا

«رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ »

''ہمارے پروردگار !ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم بہت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے" الاعراف:23

ابراہیم علیہ السلام کی دعا

«رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ »

''پروردگار !مجھے، میرے والدین اور جملہ مومنوں کو اس دن معاف فرمانا جب حساب لیا جائے گا'' ابراہیم:41

موسی علیہ السلام کی دعا

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ قصص:24

'' میرے پروردگار !جو بھلائی بھی تو مجھ پر نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں''

نبی کریم ﷺ کی دعا

«رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ» المومنون:97، 98

میرے رب، میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔اور اے میرے رب، میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آئیں''

الْعَالَمِينَ :عالم کی جمع ہے،عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے:جن وانسان عالم (جہان) ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے «لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيراً» تا کہ وہ کل اہل عالم کے لئے (برے انجام سے) ڈرانے والا بن جائے۔ آپ ﷺ جانوروں کے لیے نذیر نہیں''

فراء اور ابو عبیدہ کا قول:

عالم سے مراد ذوی العقول مراد ہیں، اور چار قسم کی چیزیں ہیں، انسان، جن، فرشتے اور شیاطین ۔

تفسیر قرطبی 1/138

زجاج کا قول

الْعَالَمُ كُلُّ مَا خَلَقَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة

دنیا وآخرت کی ہر مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔ تفسیر قرطبی 1/139

بے حساب مخلوق

اللہ تعالی کا فرمان ہے «وَما يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ»

''اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو خود اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' المدثر:31

اس بے حساب مخلوق کو رزق دینا، ان کی بولیوں کو سمجھنا، ان کی ہر قسم کی ضرورت کو بروقت پورا کرنا، اور اس کے مقام پر ہر چیز فراہم کرنا یہ رب تعالی ہی کا کام ہے کوئی ناغہ کوئی چھٹی، کوئی لائن، کوئی ٹوکن کا تصور نہیں، کوئی امیر وغریب کا چکر، کوئی حسب ونسب کا امتیاز، کوئی قرب وبعد کا فرق، گورے اور کالے کی تمیز کا کوئی معاملہ نہیں بلکہ اعلان عام فرما دیا:

«وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا»

''زمین میں چلنے والے تمام جانداروں کا رزق اللہ ہی کے ذمے ہے'' ہود:6

واحد ذات ہے جو مانگنے والے اور کبھی نہ مانگنے والے کو برابر دیے جا رہی ہے، یہی وجہ کے اس کے علاوہ کوئی بھی رب العالمین نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کہلانے کا حق رکھتا ہے

فرعون کا دعویٰ

فرعون نے کہا:

«انا ربكم الاعلى» "میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں" النازعات 24

اسے لشکر سمیت غرق کر کے قیامت تک کے لیے عبرت بنا دیا

رکوع، سجدہ وعبادت صرف (اللہ) رب العالمین کے لیے ہے اور کوئی خالق نہیں اس لیے عبادت کا حق دار نہیں

۱۔«يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ»»

''لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ'' البقرہ:۲۱

۲۔إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ »»

«یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر قرار پکڑا۔ وہی رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے، پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے اور سورج، چاند، ستارے سب چیزیں اس (اللہ) کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو! اسی نے پیدا کیا ہے تو حکم بھی اسی کا چلے گا۔ بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے'' الاعراف 54

۳۔«« يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ »»

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو سکو'' حج:77

۴۔''آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی چیزیں ہیں چار و ناچار اللہ کو سجدہ کر رہی ہیں۔ (اسی طرح) ان کے سائے صبح و شام سجدہ ریز ہوتے ہیں، آپ ان سے پوچھئے کہ: آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دیجئے: اللہ ہے "پھر کہئے: کیا تم نے ایسے معبودوں کو اپنا کارساز بنا لیا ہے جو اپنے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟ پھر پوچھئے": کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ یا جنہیں ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے انہوں نے بھی اللہ کی مخلوق کی طرح کی کوئی مخلوق پیدا کی ہے۔ جو ان پر

مشتبہ ہوگئی ہے؟ "آپ کہئے کہ "اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے، زبردست ہے'' الرعد:15-16 ا

اعلان عام فرمایا«« قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ »»

''آپ ان سے کہئے : بھلا دیکھو اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین کی کیا چیز انہوں نے پیدا کی ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کچھ حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب الٰہی یا علمی بات میرے پاس لاؤ'' الاحقاف: 4

دعا و پکار، تضرع اور عاجزی کا حق

۱۔«« ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ »»

'' اپنے پروردگار کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو۔ یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' الاعراف: 55

۲۔«« وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ »» مومن :60

''آپ کے پروردگار نے فرمایا ہے" : مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

توبہ و استغفار

۱۔«« اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ »»

''اور اپنے پروردگار سے معافی مانگو اور اسی کے آگے توبہ کرو۔ میرا پروردگار یقیناً رحم کرنے والا اور (اپنی مخلوق سے) محبت رکھنے والا ہے'' ہود:۹۰

۲۔«« اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا »»

اپنے پروردگار سے معافی مانگ لو، بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ نوح:10

پناہ وحفاظت

«قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَـهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ»

''آپ کہہ دیں : میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کا بادشاہ ہے جو لوگوں کا الٰہ ہے اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو (وسوسہ ڈال کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے، خواہ وہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے

»الناس:1-6

(اللہ) رب العالمین نے قرآن مجید کا آغاز ''الحمد لله رب العالمين'' سے کیا یہ بتانے کے لیے کہ تمھاری ضروریات زندگی فراہم کرنا میرا کام ہے اس لیے تمھاری ذمہ داری یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر قسم کی تعریف صرف میری کرنی ہے، اسی توحید ربوبیت سے توحید الوہیت کو ثابت کیا ہے جو رب ہے الہ ہونے کا حق بھی صرف اور صرف اسی کا ہے اور قرآن مجید کا اختتام بھی ''رب الناس'' پہ کیا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے، مشکل اوقات میں اور ہر قسم کے ظاہری و باطنی، ازلی وابدی، چھوٹے اور بڑے دشمن سے پناہ دینا، بچانا اور جسمانی وروحانی معاملات میں مکمل حفاظت کرنا بھی صرف اور صرف رب العالمین کا کام ہے، اسی کا نام توحید اسماء وصفات ہے اسی کی معرفت ہی سے عقائد کی اصلاح ممکن ہے، اللہ تعالی ہر مسلمان کو یہ معرفت نصیب فرمادے ۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے

وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے

چھوڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا ہم نے

فقط نام محمد ﷺ سے وفا کی ہے

فقه وفتاویٰ

احکام ومسائل

شیخ عبدالوحید ساجد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

سوال.....کیا پڑوسی مسجد کی اذان اور ہر کان تک پہنچنے والی اذان کا جواب اسی طرح دینا ضروری ہے جس طرح اس مسجد کی اذان کا جہاں آدمی نماز ادا کرتا ہے براہ مہربانی رہنمائی فرمائیں۔

جواب.....جو اذان اسے پہلے سنائی دے اس کا جواب دینا ضروری ہے، وہ اذان پڑوسی مسجد کی ہو خواہ غیر پڑوسی مسجد کی۔ بعد والی اذان کا جواب ضروری نہیں البتہ جواب دینے سے ثواب ضرور ملے گا۔ ان شاء اللہ

سوال.....امامت کے لیے قرآن کا زیادہ یاد ہونا ضروری ہے یا کہ قرآن سمجھنا؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب.....امامت کرانے کے لیے قرآن مجید کا زیادہ یاد ہونا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:((يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله ، فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة)) کہ قوم کی امامت وہ کرائے جو ''أقرء'' ہے یعنی جسے قرآن زیادہ یاد ہے۔ اس کی تائید عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:((قال جئتكم والله من عند النبي ﷺ حقا فقال . . . . . فإذا حضرت الصلاة فليؤذن أحدكم وليؤمكم أكثركم قرآنا)) کہا اللہ کی قسم میں نبی حق سے ملاقات کر کے تمہارے پاس آرہا ہوں ،انہوں نے فرمایا ہے.....جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کرائے۔ لوگوں نے اس پر غور کیا تو مجھ سے زیادہ قرآن پڑھنے والا کسی کو نہ پایا کیونکہ میں مسافر سواروں سے سن سن کر بہت یاد کر چکا تھا لہذا سب نے مجھے امام منتخب کر لیا اور اس وقت میری عمر چھے یا سات برس تھی۔ (صحيح البخاري: ٤٣٠٢)

سوال.....نکاح کے موقع پر کیا نکاح خواں کا لڑکی سے بھی لڑکے کی طرح ایجاب وقبول کروانا

ضروری ہے؟ اگر لڑکی سے ایجاب وقبول نہیں کروایا جاتا تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب..... ہمارے ہاں نکاح کے وقت بہت سی غلط رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ان میں ایک بدترین رسم یہ ہے کہ نکاح خواں جو غیر محرم ہوتا ہے لڑکی کے پاس جا کر ایجاب وقبول کرواتا ہے۔ یہ سراسر ناجائز ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ ایجاب وقبول نکاح کا رکن (ستون) ہے۔ایجاب تو اس ابتدائی کلام کو کہا جاتا ہے جو نکاح کی پیشکش کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ عام طور پر عورت کی طرف سے ہوتا ہے یا اس کی وکالت کرتے ہوئے اس کا سرپرست ادا کرتا ہے۔اور اس پیشکش کو قبول کرنے کے لیے جو کلام کی جاتی ہے اسے قبول کہا جاتا ہے۔قبول کا فریضہ خود دولہا یا اس کا وکیل (بشرط یہ کہ اس نے مقرر کیا ہو) سرانجام دیتا ہے۔ یہ ایجاب وقبول اصالۃ اور وکالۃ دونوں طرح درست ہے۔البتہ غیر محرم نکاح خواں یا نکاح رجسٹرار کا عورت کے پاس جا کر ایجاب کروانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

سوال.....ایک شخص کی عصر کی نماز رہتی ہے تو مغرب کی نماز کے ساتھ شامل ہوتا ہے، ایسی صورت میں پہلے عصر کی نماز ہوگی یا عصر کی؟ اگر عصر کی پہلے ادا کرنا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

جواب..... پہلے عصر کی نماز پڑھے گا پھر مغرب کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خندق والے دن غروب آفتاب کے بعد بالترتیب پہلے عصر پھر مغرب ادا فرمائی۔ (صحیح البخاري:۵۹۶)

مغرب کی نماز پڑھانے والے امام کی اقتدا میں تین رکعتیں ادا کرنے کے بعد بغیر سلام پھیرے اٹھ کر ایک رکعت اور پڑھ لے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:«« ما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا»» (صحیح البخاري:۶۳۶)

یہ اس کی چار رکعت عصر کی نماز ہو جائے گی۔ یہ بات معلوم ہے کہ فرض پڑھنے والے کی اقتدا میں نفل اور نفل پڑھنے والے کی اقتدا میں فرض ہو جاتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے تو ایک فرض پڑھنے والے کی اقتدا میں دوسرا فرض بالاولیٰ جائز اور درست ہے۔اور

حدیث:«« لاتختلفوا على إمامكم»» ضعیف ہے۔(بزار)۔ هذا ما عندي والله أعلم

حقائق

عظمت قرآن مستشرقین کی نظر میں

ڈاکٹر میاں عبدالسمیع حقانی

مستشرقین کی نظر میں عظمت قرآن کے عظیم الشان دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کے دشمن قرآن پر ایمان نہ رکھنے کے باوجود اس کی عظمت کی گواہی دیتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے «الحق ما شهدت به الأعداء» حق وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ دورِ قدیم اور دورِ جدید کے بہت سے کافروں نے قرآن کریم سنا ہے اور جو کچھ انہوں نے سنا ہے اس پر بڑی حیرت ظاہر کی ہے۔ مختلف مواقع، جلسوں اور کانفرنسوں میں غیر مسلم سائنس دانوں سے ہونے والی گفتگو کے دوران غیر مسلم سائنس دانوں نے بڑی بحث وتحقیق کے بعد دریافت شدہ علمی حقائق تسلیم کیے پھر جب انہیں بتایا گیا کہ بعض دریافت شدہ علمی حقائق جن پر تم اس قدر بحث وتحقیق کے بعد پہنچے ہو اسے قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی صراحتا یا اشارتا بیان کر دیا ہے تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ وہ اس سلسلے میں اپنی حیرت مختلف تعبیروں میں بیان کرتے ہیں تاہم ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلاشبہ قرآن کریم کا انسانی کلام ہونا ناممکن ہے۔

(بالقرآن أسلم هؤلاء لعبدالعزيز السيد)

ذیل میں ہم ان ممتاز سکالرز، محققین، مغرب کے مفکرین اور دنیا کے نادر روزگار دانشوروں کی گواہی کے احوال درج کرتے ہیں:

ایلکس لوزون:

فرانسیسی فلسفی ایلکس کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے لیے ایسی کتاب چھوڑی ہے جو بلاغت کا حیرت انگیز نمونہ، اخلاقیات کی دستاویز اور نہایت مقدس کتاب جدید علمی انکشافات میں سے کوئی مسئلہ اور انکشاف ایسا نہیں جو اسلامی بنیادوں اور عقائد کے متضاد ہو۔ اس اعتبار سے قرآن کی

تعلیمات اور طبیعی وسائنسی قوانین کے درمیان مکمل یکسانیت اور ہم آہنگی موجود ہے۔

(بالقرآن أسلم هؤلاء لعبدالعزيز السيد:٦٣۔ و مجلة الاسلامية بالمدينة، ١١ محرم١٣٩١ : ٤٧)۔

لوئی سدیو:

اسلام نے مختلف مسلمان قوموں کے درمیان مشترکہ زبان اور متحد احساسات کے ذریعے سے بندھن استوار کرنے کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں ان کی توثیق کرتے ہوئے مسٹر لوئی کہتے ہیں: قابل ذکر اور اہم بات یہ ہے کہ براعظم ایشیاء میں برصغیر ہندوستان تک اور براعظم افریقہ میں سوڈان تک مختلف زبانیں بولنے والی قوموں کے مابین قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جسے سب سمجھتے ہیں اور اسی قرآن نے متضاد اور مختلف طبیعتوں والی قوموں کو زبان اور جذبات واحساسات کے رابطے کے ذریعے سے آپس میں جوڑ دیا ہے۔ (تاريخ الصرب العام: ٤٥٨)

برطانوی وزیراعظم گلیڈسٹون:

گلیڈسٹون نے برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے برملا کہا: جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن کریم ہے اس وقت تک ہم مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکتے لہذا ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ہم قرآن کا وجود ختم کر دیں یا اس سے مسلمانوں کا تعلق قطع کر دیں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ گلیڈسٹون اور اس جیسے دیگر اسلام دشمن دانشوروں کی قرآن دشمنی کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی استعمار مٹ چکا ہے اور اس کا ستارہ ڈوب گیا ہے مگر قرآن کریم دنیا کے تمام ریڈیو اسٹیشنوں بہت سے ٹیلی ویژن چینلوں اور مسلمانوں کے گھروں میں گونج رہا ہے جہاں شب وروز اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس پر تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔(عالمية القرآن الكريم، الدكتور وهبة الزحيلي :١٤۔١٥)

جرمن مستشرق ڈاکٹر شومبس:

ڈاکٹر شومبس کہتے ہیں میرے جیسے آدمی کے اعتراف حقیقت سے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ میں نے قرآن کریم کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے میں نے اس میں ایسے بلند مرتبہ

معانی محکم نظم وربط اور تعجب انگیز بلاغت پائی ہے جس کی نظیر مجھے زندگی میں کبھی نظر نہیں آئی۔اس کا ہر جملہ بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔اس میں کوئی گنجائش نہیں کیونکہ یہ سب سے بڑا معجزہ ہے جو محمد ﷺ اپنے رب سے لیکر آئے ہیں۔ (بالقرآن اسلم هولاء : ٤٩)

فرانسیسی محقق کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری:

فرانسیسی محقق کاؤنٹ ہنری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناخواندگی اور قرآن کے اعجاز کے مابین پائے جانے والے تضاد پر اظہار تعجب کرتے ہوئے کہتے: بلا شبہ یہ بات تسلیم کرنے میں متردد ہے کہ ایک ان پڑھ انسان کے لبوں سے قرآنی آیات کا صدور وظہور ہو، جب کہ سارا مشرق اعتراف کرتا ہے کہ لفظی اور معنوی لحاظ سے قرآنی آیات جیسا کلام لانا محال ہے۔ پوری بنی نوع انسان اس جیسا کلام لانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

(القرآن الكريم من منظور رعربى ، دكتور عماد الدين خليل :١٨)

جیمز مچنز:

جیمز مچنز کہتے ہیں کہ بلا شبہ قرآن کریم دینا بھر میں سب سے آسان اور اپنے اوپر ایمان لانے والے شخص کی روزمرہ زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی کتاب ہے۔ یہ عہد نامہ قدیم (تورات اور دیگر صحائف) کی طرح طویل نہیں ہے۔ یہ ایسے نفیس اور بلند پایہ اسلوب میں لکھی گئی ہے جو شعر کی نسبت نثر کے زیادہ قریب ہے۔اس کی خصوصیات میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اسے سننے سے دل ڈرتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور جذبہ ایمانی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(القرآن الكريم من منظور غربى ، عماد الدين خليل:٦٠)

عیسائی عرب محقق نصری سلہب:

عیسائی عرب محقق نصری سلہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل کرتے ہوئے کہتے ہیں: آپ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے ناگہاں یہ ناخواندہ شخصیت انسانیت کو ایک اثر آفریں مکتوب کی طرف دعوت دینے لگی جس کے ساتھ ہی ابتدا سے گھٹنوں کے بل چلنے والی انسانیت بلوغت کو پہنچ گئی۔ یہ مکتوب وہ قرآن کریم ہے جو اللہ تعالی نے تقوی اپنے رسول پر نازل فرمایا۔نصری سلہب قرآن میں

پائی جانے والی گہرائیاں اور بلاغت ووضاحت کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے اپنا سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم ایک قابل تعریف اور حلال جادو ہے۔ بلاشبہ غیرعربی یا عربی زبان سے ناواقف آدمی کیلئے محال نہیں کہ وہ قرآن کریم میں پائے جانے والے جمال کا ادراک کرسکے۔ قرآن کریم عالمگیریت اور پوری انسانیت سے اس کے خطاب کے بارے میں وہ کہتے ہیں قرآں کریم محض مسلمانوں ہی کو مخاطب نہیں کرتا اور صرف انہیں کی ضروریات پوری نہیں کرتا بلکہ وہ علی الاطلاق انسانوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور ان سب کی ضروریات کی کفالت کا اہتمام کرتا ہے ۔اگر لوگ قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کے احکام اور نصیحتوں کو اپنے اندر راسخ کریں اور ان کے مطابق عمل کریں تو انسانیت اس حالت سے بدرجہاں بہتر اور برتر ہو جائے جس حالت میں وہ اب موجود ہے۔ نصری سلہب اشعار میں قرآنی تاثیر کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں : کل یا آج جب بھی ہم عربی شاعری کی امتیازی خصوصیات سے یعنی بیروت، دمشق، قاہرہ، بغداد، تیونس یا کسی اور عرب علاقے کے شعروادب کی امتیازی خصوصیات سے متاثر ہوتے اور ان پر جھومتے ہیں تو درحقیقت یہ خصوصیت اور فضیلت بھی قرآن ہی کا فیضان ہے۔

(فی خطی ۔ محمد:۹۴، ۳۸، ۳٤۰)

امریکی ڈاکٹر سڈنی فشر:

امریکی ڈاکٹر سڈنی فشر قرآن کریم کی توصیف کرتے ہوئے کہتے ہیں: قرآن کریم ایک ایسی زندہ آواز ہے جو عربی آدمی کے دل کو تسکین اور ٹھنڈک بہم پہنچاتی ہے اور جب اسے قرآن محظوظ کن خوش الحانی سے سنایا تو اس کی تسکین دو چند ہوتی جاتی ہے۔

(القرآن الکریم من منظور عربی ، بحواله الشرق الاوسط فی العصر الاسلامی ، عن العقاد مایقال عن الاسلام:٥٤)

مستشرق جارج سیل:

مستشرق جارج سیل کہتے ہیں بے شک قرآن کریم کا اسلوب بہت خوبصورت دل نشین اور نہایت رواں دواں ہے ۔قرآن کا انداز بیاں بہر پہلو شریں خوش گوار اور باوقار ہے خاصطور پر

جب قرآن کریم اللہ تبارک وتعالی کی عظمت وجلال بیاں کرتا ہے تو اس کا حسن بیاد و بالا اور نہایت با وقار ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآں کریم اپنے اسلوب وآہنگ کے ذریعے اپنی تلاوت سننے والوں کے قلوب واذہان کو مسخر کر لیتا ہے چاہیوہ اس پر ایمان رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔

(القرآن الکریم من منظور عربی بحواله الشرق الاوسط فی العصر الاسلامی: ٦١)

مغربی محقق کو بولڈ:

مغربی محقق کو بولڈ کہتے ہیں: یہ قرآن کریم ہی ہے جس نے عربوں کو دینا کی فتح پر آمادہ کیا اور انہیں ایسی زبردست سلطنت قائم کرنے کا موقع فراہم کیا جو وسعت، قوت، تعمیر وترقی اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے سکندر اعظم اور روما کی سلطنت سے فائق تھی۔ کو بولڈ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس نے عربوں میں ایک نئے روح پھونکی، ان کی صفوں کو اعتماد کی لڑی میں پرویا اور انہیں دنیا کی فتح پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے ساری دنیا پر دھاوا بول دیا اور اس پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ (البحث عن الله: ٥١)

محترمہ ڈاکٹر افیشیا فاغلیری:

محترمہ ڈاکٹر افیشیا فاغلیری کہتی ہیں: بلا شبہ اسلام کی سب سے بڑی عظمت کا مظہر قرآن کریم ہی ہے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کی ایک ابدی دلیل اور برہان ہمیشہ درخشاں رہے گی یعنی یہ حقیقت کہ قرآن کریم کی ہر نص اور تمام الفاظ اس کے نزول سے لے کر آج تک طویل صدیاں گزرنے کے باوجود غیر تحریف شدہ اور اپنی اصل حالت میں بالکل صاف شفاف موجود ہیں۔ اسلامی دنیا کے طول وعرض میں روزانہ پڑھی جانے والی یہ کتاب مومن آدمی کے دل میں اہل اسلام کے مختلف ومتفرق قومیں ہونے کا احساس پیدا نہیں کرتی بلکہ اس کے بالکل برعکس بار بار اس کی تلاوت کرنے والے کے اخلاق واطوار روز بروز یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کا دل تمام مومنوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ محبت کرنے والا بن گیا ہے۔ حتی کہ موجودہ دور میں جب کہ ایمان کی موجوں میں پہلے جیسا تلاطم

نہیں رہا پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں لوگ قرآن کریم کو بذریعہ حفظ زبانی طور پر دوہرانے کی قدرت رکھتے ہیں۔صرف مصر ہی میں حفاظ قرآن کی تعداد پورے یورپ میں زبانی اناجیل پڑھنے کی قدرت رکھنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔اپنی شہادت کو نتیجہ خیز بناتے ہوئے موصوفہ کہتی ہیں کہ بلاشک اسلام کی مقبولیت اور وسیع پھیلاؤ کو قوت سے روکا جا سکتا ہے درحقیقت جو چیز اسلام کی اشاعت کا سبب بنی ہے وہ یہی کتاب ہے جو فی الواقع کلمہ برحق اور اللہ تعالی کی کتاب ہے۔اسے مسلمانوں نے مغلوب ومفتوح قوموں کے آگے رکھا اور انہیں اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دے دیا۔ (دفاع عن الاسلام:۳۲، ۳۰)

لبنانی عیسائی ڈاکٹر جارج حنا:

لبنانی عیسائی ڈاکٹر جارج حنا قرآن کریم کی توثیق کرتے ہوئے کہتے ہیں: بے شک اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ قرآن کریم یقیناً دین اور قانون کی کتاب ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان کی کتاب ہے عربی زبان کو فروغ دینے میں قرآن کریم کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ائمہ لغت خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، وہ کسی کلمے کی بلاغت اور اس کا حسن بیان جاننے کے لیے عرصہ دراز سے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے چلے آرہے ہیں۔پس مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہے کہ لغت قرآن کی صحت درستی اور اس میں غلطی وخطا کے اہتمام کا نہ ہونا، قرآن کریم کے حتمی طور پر منزل من اللہ ہونے کی وجہ سے ہے۔مسیحی اہل لغت بھی اسے منزل من اللہ تسلیم کرنے سے قطع نظر اس کی لغت کے فصیح ودرست ہونے کے معترف ہیں۔جب بھی لغوی امور میں کوئی مشکل درپیش ہو تو وہ قرآن کریم کی مسیح لغت سے سند حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(قصة الانسان، ص:۷۹، ۸۹)

الجزائر کا فرانسیسی گورنر:

الجزائر کا فرانسیسی گورنر نے الجزائر پر ناجائز قبضے کی صد سالہ تقریب کے موقع پر کہا: جب تک الجزائری مسلمان قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور عربی زبان بولتے رہیں گے ہم ان پر غلبہ نہیں پا سکتے لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ قرآن کریم کا وجود مٹا دیں (نعوذ باللہ) مسلمانوں کو قرآن کریم

سے محروم کردیں اوران کی زبانوں سے عربی نکال کراس کا قلع قمع کردیں۔

(قادۃ الغرب یقولون ، جلال العالم :۱۳ عن مجلۃ المنار ع۹۔۱۱ ، ۱۹۶۲)

فرانسلیسی وزیراعظم لاکوسٹ:

فرانسلیسی وزیراعظم لاکوسٹ کہتے ہیں: جب وہ الجزائر کے شہ سوار مجاہدوں سے عاجز آ گیا تو اس نے کہا میں کیا کرسکتا ہوں؟ قرآن کریم تو فرانس سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔(قادۃ الغرب یقولون جلال العالم: ۵۱) عن جریدۃ الایام ، عدد:۷۷۸۰ بتاریخ ٦ قانون اول۔۱۹٦۲

یہ قرآن کریم کے دشمن اور غیر مسلم دانشوروں کی قرآن عظیم کے متعلق چند شہادتیں ہیں جو ان کے باطن کی آواز ہے۔ یہ شہادتیں تین امور میں ایک سے خالی نہیں:

(۱).....بعض دانشور قرآن عظیم کو اپنے اور مسلمانوں کے مابین اور مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی راہ میں سد سکندری سمجھتے ہیں۔ لہذا انہوں نے صاف صاف اپنی ناکامی کا اعلام اور شکشت کا اعتراف کیا ہے

(۲).....بعض دانشوروں نے مسلمانوں کی قوت کا راز طست از بام کیا ہے اور اپنی قوم کو تاکید کی ہے کہ مسلمانوں کو قرآن کریم سے دور رکھا جائے۔

(۳).....بعض اصحاب دانش نے انصاف سے کام لیا ہے اور قرآن عظیم کی فضیلت اور بلند مرتبے کا اعتراف کیا ہے۔ جب قرآن کریم سے جھگڑنے اور دشمنی رکھنے والے اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا تمام مسلمانوں کا بدرجہ اولی یہ فرض نہیں کہ وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں۔ اسے اپنے راستے کا مینار اور اپنی زندگی کی بقا کا ذریعہ اور اپنی عقلوں کی لگام اور اپنے دلوں کی بہار اور اپنی بیماریوں کا علاج اور اپنے معاملات کی حفاظت کا وسیلہ بنالیں؟ ہم تمام مسلمانوں سے اسی امر کے خواستگار اور امیدوار ہیں۔

(من اسرار عظمۃ القرآن : ۵۱ ، ۵۳ و خصائص قرآن کریم: ۲۱۷ ، ۲۲)

انسدادِ دہشت گردی میں سعودی عرب کا کردار

محمد ہاشم یزمانی ریسرچ سکالر پیغام ٹی وی

عالم اسلام میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم سعودی عرب کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے دل تو اس ملک کے لیے اس لیے دھڑکتے ہیں کہ یہاں حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات موجود ہیں۔ جبکہ دیگر ادیان کے انصاف پسند لوگ بھی سعودی عرب کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ سعودی عرب نے انسانیت کی خدمت کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ انسانی خدمت کی وجہ سے ہی سعودی عرب کے مرحوم بادشاہ خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ کو ''ملك الانسانی ''اور''ملك القلوب ''یعنی''انسانیت اور دلوں کا بادشاہ''جیسے القابات سے پکارا جاتا تھا۔ یہ القابات اور خطابات چونکہ شرعی نقطہ نظر سے درست نہ تھے۔ اس لیے شاہ عبداللہ مرحوم نے خود ہی ان القابات سے منع کر دیا۔

یہ بات بہر حال مسلمہ ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں بھی اگر کوئی مصیبت یا آفت آئی تو سعودی عرب نے بڑھ چڑھ کر اس کے ازالے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان بڑی بڑی آفتوں میں سے ایک آفت، جو کہ عالمی مسئلہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ وہ دہشت گردی ہے۔ سعودی عرب نے دہشتگردی کے انسداد کے لیے قومی، علاقائی اور عالمی سطح پر بڑا اہم اور قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

2005ء کو سعودی عرب کی میزبانی میں ریاض شہر میں ''انٹرنیشنل کانفرنس برائے انسداد دہشت گردی'' منعقد ہوئی۔ ساٹھ سے زیادہ ممالک کے نمائندے شریکِ کانفرنس تھے۔ اس کانفرنس میں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مرحوم نے یہ تجویز دی کہ عالمی سطح پر ایک ایسے مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے جو دہشت گردانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ چنانچہ 19 ستمبر 2011ء کو اقوام

متحدہ کے ہیڈ کوارٹر نیو یارک میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت سعودی عرب اور اقوامِ متحدہ کے باہمی اشتراک سے ایسے عالمی مرکز کے قیام کی منظوری دی گئی جو دہشت گردی اور قتل وغارت کی روک تھام کے لیے کوشش کرے گا۔ اس مرکز کے لیے سعودی عرب نے ایک کروڑ ڈالر کی خطیر رقم خرچ کی۔

7 مئی 2000ء کو سعودی عرب نے باقاعدہ طور پر معاہدہ کے تحت ''عالمی تنظیم برائے انسداد دہشت گردی'' میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے علاوہ ''خلیجی اتحاد برائے انسداد دہشت گردی'' کا بھی سعودی عرب باقاعدہ حصہ بن گیا۔ اسی طرح 18 جولائی 2008ء کو ''مدرید'' میں انسداد دہشت گردی کی عالمی کانفرنس کے انعقاد میں سعودی عرب نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس میں یہ قرار پایا کہ دہشت گردی ہی وہ بڑا معاشرتی ناسور ہے جو گفت وشنید اور ٹیبل ٹاک کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دو متحارب ممالک اگر کبھی کسی بات پر اتفاق کرنے لگتے ہیں تو طرفین میں سے کوئی ایک جانب دہشت گردانہ کارروائی میں ملوث پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے بات چیت کا وہ سلسلہ قبل از وقت ہی سبوتاژ ہو جاتا ہے۔

انسداد دہشت گردی میں مدینہ یونیورسٹی کا کردار بھی بڑا نمایاں ہے۔ یہ عظیم جامعہ دنیا بھر کے تقریباً 175 ممالک کے تقریباً 25000 طلبہ کی دینی رہنمائی کر رہی ہے۔

28 مارچ 2010ء کو امیر نائف بن عبدالعزیز مرحوم نے اس یونیورسٹی میں پہلی عالمی کانفرنس برائے انسداد دہشت گردی کا افتتاح کیا۔ اس کانفرنس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے سکالرز نے 83 مقالہ جات پیش کیے۔

پہلی کانفرنس کے مثبت اثرات اور نتائج کے پیش نظر 23 جنوری 2011 کو مدینہ یونیورسٹی میں ہی دوسری کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس کا عنوان تھا ''فکری انحراف کے اسباب وعلاج''۔

اس کے علاوہ ماضی قریب میں ہی یونیورسٹی میں ''شیخ ابن باز چیئر برائے اعتدال و بردباری'' کا قیام عمل میں آیا۔ کنگ سعود یونیورسٹی نے بھی فکری انحراف اور دہشت گردانہ ذہنیت کے اسباب وعلاج کے لیے ایک چیئر کا انعقاد کر رکھا ہے جس کا نام ''شہزادہ نائف بن عبدالعزیز چیئر برائے فکری تحفظ و امن'' ہے۔ ان چیئرز کا مقصد ان محنتوں اور کاوشوں کو تقویت دینا ہے، دہشت گردی کی روک تھام اور

قیامِ امن کے لیے جو سعودی عرب کر رہا ہے۔

''شہزادہ نائف عربی یونیورسٹی برائے دفاعی علوم'' کا کردار بھی اس باب میں بڑا واضح ہے۔ اس یونیورسٹی کے تحت مختلف سیمینارز اور تربیتی دوروں کا انعقاد ہوتا ہے۔ ان دوروں کا مقصد معاشرے کو دہشت گردانہ اور منحرف سوچ سے پاک کرنا اور نوجوانوں کو مسلح ٹریننگ سے دور رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ خاندانوں کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلانا بھی ان کے مقاصد میں شامل ہے کہ سربراہِ خاندان اور ذمہ داران کا فرض ہے کہ وہ اپنے زیرِ کفالت افراد کو راہِ اعتدال پر رکھیں۔

افرادِ معاشرہ اور نوجوانانِ امت کی بہترین رہنمائی کے لیے سعودی عرب نے شاندار نظام مرتب کر رکھا ہے۔ بیرونی سازشی عناصر کے حملوں اور اوچھے ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے اپنے نوجوانوں کی فکری طور پر اچھی اور عمدہ تربیت کا بڑا زبردست انتظام سعودی عرب نے کر رکھا ہے۔ وزارتِ ثقافت و اعلام نے میڈیا کے ذریعے معاشرے کو فکری انحراف سے پاک کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ جبکہ وزارتِ مذہبی امور کے تحت مساجد اور دیگر مقامات پر مختلف دروس اور لیکچرز کے ذریعے علماء کرام یہ فریضہ بخوبی نبھا رہے ہیں۔ حرمین شریفین کے ائمہ کرام بالخصوص فکری انحراف کے نقصانات اور اس سے بچاؤ کی تدابیر پر روشنی ڈالتے ہیں۔ منبرِ حرم سے جو آواز بلند ہوتی ہے، برے سے برے انسان کے دل پر بھی اثر کرتی ہے۔

اسی طرح ''وزارتِ تربیت و تعلیم'' نے طلبہ و طالبات کی فکری رہنمائی کے لیے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج نصابِ تعلیم اس طرح ترتیب دیا ہے کہ جس سے طلبہ و طالبات کو دہشت گردانہ ذہنیت سے دور رکھنے میں مدد ملے۔

سال میں ایک دن مکمل طور پر اس بات کے لیے وقف ہوتا ہے کہ طلبہ و طالبات کو دہشت گردوں کی کاروائیوں کے نقصانات پر مشتمل ایک نمائش دکھائی جاتی ہے جس سے طلبہ و طالبات اپنی آنکھوں سے جب ان نقصانات اور دہشت گردی کے اثرات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے دل میں اس قبیح عمل سے نفرت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نوجوان نسل میں سے جو لوگ اغیار کے ہتھے چڑھ جائیں اور انکے دھوکے میں آجائیں تو

انہیں راہِ راست پر لانے کے جہاں دیگر طریقے سعودی حکومت استعمال کرتی ہے وہیں 23 جون 2004 کو ایک بڑا ہی مدبرانہ اور حکیمانہ آرڈر جاری ہوا، جس کے تحت شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مرحوم نے عام اعلان کر دیا کہ ایسے افراد اگر ہتھیار ڈال دیں اور سرِتسلیم خم کر لیں تو انہیں حکومت کی طرف سے معافی دے دی جائے گی۔ یہ بڑا ہی مدبرانہ اور حکیمانہ اقدام تھا کہ جس سے بے شمار منحرف لوگ راہِ راست پر آ گئے۔

سعودی عرب نے دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے ایک قدم اور اٹھایا کہ ایسی کارروائیوں میں ملوث افراد کے کیسز حل کرنے کے لیے سپیشل عدالتوں ''المحکمہ الجزائی المتخصصہ'' کے قیام کا حکم دے دیا۔ ان عدالتوں میں ان منحرف لوگوں کو عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق سزا ملتی ہے اور انہیں اپنے دفاع کے لیے دلائل دینے کی مکمل اجازت ہوتی ہے۔

غربت وافلاس اور فقیری عام طور پر نوجوانوں کو راہِ اعتدال سے منحرف کر دیتی ہے۔ اس بڑے سبب کے انسداد کے لیے بھی سعودی عرب کی قومی اور عالمی سطح پر گراں قدر خدمات ہیں۔ سعودی باشندوں کو خوشحال رکھنے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے سعودی عرب بڑے اچھے اقدامات اٹھاتا ہے۔ اسی طرح بیرونی ممالک میں بھی اس کی رفاہی اور فلاحی کارروائیاں دہشت گردی کے خاتمے میں مثبت کردار ادا کرتی ہیں۔

کم علمی اور جہالت بھی فکری انحراف کا بڑا سبب بنتی ہے۔ سعودی عرب نے شرح خواندگی میں اضافے کیلئے سالانہ بجٹ کا ایک خطیر حصہ محکمہ تعلیم کے لیے خاص کر رکھا ہے۔ اسی طرح سعودی جامعات سے فارغ التحصیل علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کو ان کے اپنے اپنے ممالک میں داعی ومبلغ بنا کر سعودی حکومت بھیجتی ہے۔ ان علماء کو عرف عام میں ''مبعوثین'' کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ افرادِ معاشرہ کی اصلاح میں یہ علماء جو بھی کردار ادا کریں اس کا کریڈٹ بہرحال سعودی حکومت کو جاتا ہے۔

سعودی وزارتِ داخلہ نے نوجوانوں کی اصلاح اور تربیت کے لیے ایک کمیٹی بنائی جس کا نام ''مرکز الامیر محمد بن نائف للمناصح؟ والرعای؟'' رکھا گیا۔ اس مرکز کا کام معاشرے کو ان شکوک و

شبہات سے پاک کرنا تھا جو دشمنانِ دین وملت لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے پھیلاتے رہتے ہیں۔

اللہ کے فضل سے سعودی عرب میں امن کی حالت بہت بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی خاص کرم ہے کہ اس نے مملکتِ سعودی عرب کو امن وامان اور استحکام بخشا ہے۔ اللہ کے فضل کے بعد اگر کوئی چیز اس کا سبب ہے تو وہ یہ ہے کہ یہاں کی امن فورسز تندہی اور پوری لگن سے اپنی ذمہ داری نبھاتی ہیں۔ کیونکہ ان بہادر سپاہیوں کو اپنے عوام، علماء اور حکمرانوں کی مکمل طور پر حمایت حاصل ہے۔ ان کے بہادرانہ کارناموں کا تذکرہ علماء کرام اپنے خطابات میں کرتے ہیں اور ان کے شہداء کے ورثاء کو کسی قسم کی مالی یا معاشی پریشانی کا سامنا نہیں ہوتا۔ یہ جوانمرد سپاہی دینی اور قومی فریضہ جانتے ہوئے اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی میں اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔

سعودی حکومت کی طرف سے اٹھائے جانے والے سارے اقدامات کے باوجود اگر کوئی گروہ اپنے مذموم ہتھکنڈوں اور سازشوں سے باز نہیں آتا بلکہ فتنہ وفساد پھیلانے کی ناپاک جسارت کرتا رہتا ہے تو ایسے لوگوں کے خلاف جراتمندانہ اقدامات اٹھانے کے لیے سعودی علماء کی کمیٹی کے سربراہان سے لے کر عام علماء کرام تک کے بڑے شدید اور سخت بیانات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سعودی حکمرانوں نے بھی ان سے نمٹنے کے لیے طاقت کا استعمال کیا۔ 16 اگست 2004؟ کو اپنے ایک انٹرویو میں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مرحوم نے ایسے باغی لوگوں کے بارے میں کہا: "نحن ذهبنا الى رئووس الثعابين مباشره لنقطعها"۔ یعنی ان اژدہاؤں اور سانپوں کے سروں کو ہم نے بزورِ شمشیر کچلا ہے۔

گزشتہ دنوں یمن کے حوثی باغیوں نے جو ظلم وزیادتی کا بازار گرم کیا تو سعودی عرب نے اپنی مکمل کوشش کی کہ مذاکرات کے ذریعے یہ معاملہ حل ہو جائے تاکہ قتل وخونریزی سے بچا جا سکے لیکن جب مذاکرات کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے بڑا ہی جراتمندانہ قدم اٹھایا اور اپنے اتحادی ممالک کے ساتھ مل کر "عاصفۃ الحزم" نامی آپریشن کا آغاز کیا۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حوثی فتنے سے حرمین شریفین کو محفوظ رکھا اور ان شاء اللہ آئندہ بھی یہ ملک سازشی عناصر کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رہے گا۔

ماضی قریب میں سعودی عرب کے جنوبی علاقہ جات میں یکے بعد دیگرے مختلف مساجد میں خودکش حملے ہوئے ہیں۔ان سے نمٹنے کے لیے بھی سعودی فورسز نے بڑا شاندار کردار ادا کیا۔اسی طرح حالیہ دنوں میں سنتالیس دہشت گردوں کو سزائے موت دے کر سعودی عرب نے مجرموں پر زمین تنگ کردی ہے۔اگرچہ کچھ لوگوں نے اس معاملے پر مسلکی تعصب ونفرت کو ہوا دینے کی کوشش کی، کیونکہ ان سنتالیس دہشت گردوں میں دو تین کا تعلق ایک خاص مکتب فکر سے تھا۔لیکن اللہ تعالی نے ان سازشیوں کی تمام چالوں کو ناکام بنادیا اور حکومت سعودی عرب کو استقامت سے نوازا۔ ان کارروائیوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کبھی کسی سازشی گروہ نے سر اٹھایا تو اسے کچلنے کی بھرپور صلاحیت اللہ کے فضل سے سعودی عرب میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ سعودی عرب کے امن وامان کو برقرار رکھے اور اس کی طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ اور برے ہاتھ کو نیست ونابود کردے کیونکہ یہ ارضِ حرمین شریفین ہے اور ہمیں یہ جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ(سنن ابی داود(۲۰۸۳)

جو بھی عورت اپنے ولی کے بغیر نکاح کرے گی اسکا نکاح باطل ہوگا ,یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ اگر کوئی عورت ایسا قدم اٹھالے اور وہ دونوں ازدواجی تعلقات بھی قائم کر بیٹھیں تو لڑکی کو اسکا حق مہر ادا کیا جائے گا۔اور اگر اولیاء جھگڑا کریں تو سلطان ہر اس عورت کا ولی ہے جسکا ولی نہ ہو۔ (مراسلہ:سعد احمد جٹھول)

نظریہ پاکستان

۲۳ مارچ دوقومی نظریہ اور ہم

مولانا عثمان اسماعیل سلفی

پورے بنگال میں دوکانیں بند کروائی جارہی تھیں۔لوگوں کوگنگا میں اشنان کرنے کا حکم دیا جارہا تھا۔دن بھر کھانا کھانے اور چولہوں میں آگ جلانے سے بھی روک دیا گیا تھا۔مزید حکم یہ تھا کہ دن بھر ننگے پاؤں رہنا ہے، کپڑے بھی صرف کالے رنگ کے پہننے ہیں، سر پر راکھ ڈال کر بازوؤں پر سرخ راکھی باندھ کر اپنے گھروں سے نکلنا ہے اور کالی دیوی کی مورتی کے سامنے انتقام لینے کی جذباتی قسمیں بھی اٹھائی جارہی تھیں۔

مگر یہ سب کچھ کیوں ہورہا تھا؟ کیا ہندوؤں کی مذہبی کتاب کی توہین کی گئی تھی؟ نہیں۔کیا کسی مورتی کی توہین کی گئی تھی؟ ہرگز نہیں۔بلکہ مسئلہ صرف اور صرف یہ تھا کہ انگریز نے انتظامی بہتری کے لیے بنگال کو دوحصوں میں تقسیم کردیا تھا، کیونکہ انگریز کے زیر انتظام کوئی اور صوبہ اس قدر وسیع نہ تھا۔اس صوبے کا رقبہ 189000 مربع میل اور آبادی 80 ملین تھی۔جنگلات کی کثرت، دریاؤں کی گزرگاہوں اور دلدلوں کی وجہ سے ذرائع آمدورفت بہت محدود تھے۔سیاح تو دور کی بات، بنگال کا گورنر بھی مشرقی اضلاع میں پانچ سالہ دورِ گورنری میں صرف ایک مرتبہ جاسکتا تھا اور وہ بھی بمشکل۔چنانچہ عوام کو حکومت کے قریب کرنے کے لیے بنگال کو دوحصوں میں تقسیم کردیا گیا، مگر فرق یہ نکلا کہ ڈھاکہ، میمن سنگھ، فرید پور، نواکھلی، چٹاگانگ، راج شاہی، دنیاج پور، باقرگنج، پٹرہ چل گوری، رنگ پورہ، بوگرہ مالدہ اور پنسبہ کو آسام سے ملاکر اِن ۱۳ اضلاع پر مشتمل بنگال کے حصے کو مشرقی بنگال کے نام سے علیحدہ صوبہ بنادیا گیا۔اس نئے صوبے کا رقبہ 146640 مربع میل اور آبادی تین کروڑ دس لاکھ بنتی تھی۔مگر ان ۱۳ اضلاع میں مسلمان اتنی کثرت سے تھے کہ ان کی تعداد ایک کروڑ ۸۰ لاکھ تھی، یعنی دوتہائی کے قریب۔اب چونکہ اس صوبے میں مسلمان تعداد میں زیادہ تھے تو

لازمی طور پر انتظامی عہدوں پر مسلمانوں کی تقرری کے چانس بھی زیادہ تھے۔

اس سے پہلے جب بنگال ایک صوبہ تھا تو یہی مسلمان مندروں کی تعمیر ومرمت کے لیے ہندوؤں کو ٹیکس دینے پر مجبور تھے اور اگر کوئی مسلمان ٹیکس نہ دے سکتا تو ہندوؤں کی بنائی ہوئی نجی جیلوں میں اسے قید ہونا پڑتا۔ اتنے وسیع پیمانے پر احتجاج کا اعلان اس لیے ہو رہا تھا کہ ہندوؤں کو مسلمان اپنے تسلط سے نکلتے ہوئے نظر آرہے تھے، پورا بنگال اس احتجاج کی لپیٹ میں آتا ہوا نظر آرہا تھا۔ احتجاج کی قیادت ایک متعصب ہندو لیڈر ''سریندر ناتھ بینرجی'' کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ واضح الفاظ میں اعلان ہو رہے تھے کہ مسلمانوں کے سرپرست جہاں نظر آئیں، انہیں کسی بھی ہتھیار سے قتل کرنے، حتی کہ آگ سے زندہ جلانے سے بھی دریغ نہ کیا جائے، تاکہ کالی دیوی کی مورتی ہم پر راضی ہو جائے۔

چنانچہ کالی دیوی کی خوشنودی کے لیے نہ صرف مسلمانوں کی دوکانیں نذر آتش کر دی گئیں بلکہ انگریز گورنر پر بھی چار مرتبہ قاتلانہ حملے کیے گئے۔ یہ احتجاج صرف ایک سال نہیں بلکہ 1905ء سے 1911ء تک جاری رہا۔ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ ہندو طلبا نے سکولوں میں مسلمان بچوں کو اپنے ساتھ بٹھانے سے بھی انکار کر دیا۔ بالآخر بادشاہ ''جارج پنجم'' نے 12 دسمبر 1911ء کو دلی میں ایک تقریبِ تاج پوشی کے دوران تقسیمِ بنگال کی تنسیخ کے احکامات جاری کر دیے، جس کا خیر مقدم ہندوؤں کی طرف سے دیسی گھی کے چراغ جلا کر کیا گیا۔

ایک اچھوت لیڈر ''ڈاکٹر امبیدکر'' اس واقعے کے بارے لکھتا ہے:

''بنگالی ہندوؤں نے پورے بنگال، اڑیسہ اور آسام، حتی کہ یو۔پی تک کو اپنی چراگاہ بنا رکھا تھا۔ بنگال کی تقسیم کا مطلب یہ تھا کہ ان کی چراگاہ کا رقبہ کم ہو جائے، چنانچہ بنگال کے ہندوؤں کی طرف سے تقسیم کی مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کا حقیقی مقام مل جائے۔

(پاکستان منزل بہ منزل، از شریف الدین پیرزادہ: 76)

قارئین کرام! ہندوؤں کی مسلم دشمنی کا یہ کوئی اکیلا واقعہ نہیں، بلکہ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' کی تحریکیں خالصتاً مسلم دشمنی کی خاطر معرضِ

وجود میں آئیں۔شدھی کی تحریک کا واحد طریقہ تو تشدد در تشدد کے ذریعے مسلمان کو ہندو بنانا تھا۔مگر سنگھٹن کی تنظیم کے تحت ہندوؤں کو ورزش، کشتی، جوڈو کراٹے اور لاٹھی چلانے کے علاوہ خنجر چلانے کے طریقے سکھانے کے لیے باقاعدہ مراکز قائم کیے گئے۔ان مراکز میں ایک بات بڑے زور شور سے ہندو نوجوانوں کو سکھائی جاتی تھی: ''۷۰ ملین مسلمان ۲۲۰ ملین ہندوؤں کے لیے شدید خطرہ ہیں''۔ اس تحریک کے بانی ''ڈاکٹر مونجے'' کی تعلیمات میں یہ بھی شامل تھا: ''تم اس وقت تک کسی مسلمان کو ہندو مذہب قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے جب تک تم یہ نہ ثابت کر سکو کہ تمہارے جسموں میں جان ہے۔'' ڈاکٹر مونجے تو یہاں تک کہا کرتا تھا: ''مسلمانوں کا ہندوستان میں رہنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ ہندو رسومات کو اپنا لیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے کی بجائے ''محمڈن ہندو'' کہلوانا شروع کر دیں۔'' مگر محمڈن ہندو بننے کا ابتدائی طریقہ یہ تھا کہ مسلمان کو گائے کا پیشاب، گوبر، دودھ، دہی اور مکھن کا آمیزہ (جس کو ''پنچ رتن'' کہا جاتا تھا) کھانا لازمی تھا۔

انہی متعصب تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے 25 سال پہلے سے لے کر قیام پاکستان تک، اسی تنظیم کے غنڈوں نے سب سے زیادہ مسلمانوں پر حملے کیے، حتی کہ مونجے کی تعلیمات کی وجہ سے کوئی ہندو تاجر کسی بھی مسلمان کو اپنے ہاں ملازم رکھنے کو تیار نہیں تھا۔مرکزی ہندوستان میں بعض مسلمان خاندان، جو چوڑیاں بیچنے کا کام کرتے تھے، ان کے خلاف اخبارات میں اشتہارات بھی دے دیے گئے۔مسلمان محلوں میں سبزی بیچ سکتے تھے نہ ہی کپڑا۔بلکہ 1922ء کے بعد تو فسادات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو تقسیمِ ہند تک نہ رک سکا، حتی کہ برصغیر میں انگریزی حکومت کے 24 ویں گورنر جنرل ''لارڈ ارون'' کے بیان کے مطابق 1922ء سے 1929ء تک ہندوؤں کے حملوں سے 2500 مسلمان شدید زخمی اور 250 جان سے چلے گئے۔

(ہسٹری آف فریڈم موومنٹ، از ڈاکٹر اشتیاق قریشی: 259، پاکستان ناگزیر تھا، از سید حسن ریاض: 150,151)

بلکہ اچھوت لیڈر ''ڈاکٹر امبیدکر'' اپنی کتاب ''Pakistan or partition of India'' میں 1920ء تا 1940ء کے دور کو مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان خانہ جنگی کا دور لکھتے

ہوئے تسلیم کرتا ہے کہ فروری 1929ء کے بعد مسلسل ہر روز 210 ہنگامے ہوتے۔

مگر قارئین کرام! ہندو حملوں کے اسباب مختلف تھے؛ کسی مسلمان کے گھر میں بندر گھس گیا اور مسلمان نے اپنے دفاع میں اس کو مار دیا، ہندوؤں نے بہانہ بنا کر اس مسلمان کے گھر پر دھاوا بول دیا کیونکہ ہندو بندر کو اپنے دیوتا ''ہنومان'' کی اولاد مانتے ہیں۔ کبھی اس وجہ سے مساجد پر حملے کیے جاتے کہ تمہاری اذان سے ہمارے ''سنکھ'' بجانے میں خلل واقع ہوتا ہے۔

1937ء تا 1939ء برصغیر کی تاریخ کا وہ دور تھا جب ہندوستان کے ۱۱ میں سے ۷ صوبوں میں کانگرس کی وزارتیں قائم ہوئیں، چنانچہ اس طرح کانگرس عملی طور پر ملک کے دو تہائی حصے پر قابض ہوگئی۔ کانگرس کے اس دور میں ہندو کا چہرہ مزید کھل کر سامنے آ گیا۔ کانگرس نے برسرِ اقتدار ہوتے ہی ''بندے ماترم'' کو قومی ترانہ قرار دے دیا، حالانکہ اس کا ایک ایک جملہ مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔

مسلمانوں پر مزید مہربانی کرتے ہوئے دفعہ 144 کا نفاذ کر دیا جاتا، تاکہ عیدین کے اجتماع کو روکا جا سکے۔ خصوصاً عید الاضحیٰ کے موقع پر گائے کی قربانی پر پابندی لگائی جاتی رہی، حتیٰ کہ یو۔پی کے ایک قصبے 'زاہد آباد' کے مسلمانوں نے باقاعدہ عدالت میں کیس لڑنے کے بعد عید کے موقع پر گائے ذبح کرنے کی اجازت حاصل کی، مگر کانگرس کے کارندوں نے پھر بھی گائے ذبح نہ کرنے دی، بلکہ حالت یہ تھی کہ گائے کے ذبح کی اطلاع ملتے ہی ہندو مقررہ جگہ پر حملہ کرتے اور مردوں سمیت عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیتے۔

ایک مہربانی یہ بھی تھی کہ سکولوں میں گاندھی جی کی مورتی رکھ کر اس کی پوجا شروع کروا دی گئی اور مسلمان بچوں کو بھی مورتی کی پوجا کرنے پر مجبور کیا گیا۔

(تحریک پاکستان، از شیخ محمد رفیق: 1857 تا 1947)

ٹانڈہ مشرقی یو۔پی کا ایک قصبہ تھا، جس میں 21 اگست 1938ء کو 'ہندو مسلم' فساد ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی (جو خود کانگرس کے ہم نوا تھے) بیان کرتے ہیں کہ ہندوؤں کا ایک جلوس گانے گاتا ہوا اور باجے بجاتا ہوا مسلمانوں کی مسجد کے پاس آیا اور اس کے سامنے سے گزرنے پر اصرار کیا،

چند مسلمانوں نے انہیں روکا، کیونکہ جلوس کا اس راستے سے گزرنا سابقہ روایات کے خلاف تھا۔ بحث نے طول پکڑا تو مقامی تحصیل دار کو بلا لیا گیا، مگر تحصیل دار فیصلہ کیے بغیر واپس چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ایس۔ ڈی۔ او اور پولیس پہنچ گئی اور بغیر وارننگ کے پولیس نے مسلمانوں پر فائر کھول دیا۔ جن نمازیوں نے بچنے کے لیے مسجد کے اندر پناہ لے لی، ان کو زبردستی باہر نکال کر رسیوں سے باندھا گیا، تھانے لے جایا گیا اور انہیں اپنا اپنا پیشاب پینے پر مجبور کیا گیا۔

(ہسٹری آف فریڈم موومنٹ، از ڈاکٹر اشتیاق قریشی: 34,35)

''تلکوری'' صوبہ بہار میں ایک مسلمان اپنے مہمانوں کے لیے گائے کا گوشت قصاب سے خرید کر لایا تو نہ صرف اس پر حملہ کر دیا گیا بلکہ اس کے مہمانوں کو بھی زدوکوب کیا گیا، عورتوں کی تذلیل کی گئی اور تمام مسلمانوں کو باندھ کر ایک خنزیر کے ساتھ مسلمانوں کے چہروں سے رگڑا گیا۔

(ہسٹری آف فریڈم موومنٹ، از ڈاکٹر اشتیاق قریشی: 34,35)

بات صرف یہیں پر نہ رکی، بلکہ سی۔ پی کے وزیرِ اعلیٰ ''پنت شکلا'' نے ایک انوکھی تجویز پیش کی کہ مندروں کو سکول کا درجہ دے دیا جائے، واضح رہے کہ گاندھی جی بھی اس تجویز کو پورا کروانے میں پیش پیش تھے، چنانچہ دیہاتوں میں ہر مندر میں مندر کے پنڈت کو استاد مقرر کر دیا گیا اور ''یک قومی نظریہ'' پیدا کرنے کے لیے مسلمان بچوں کو بھی پابند کیا گیا کہ وہ ہندوؤں جیسی دھوتی پہنیں، مورتی پوجا میں شریک ہوں، نیز گاندھی جی کی مورتی کے ساتھ ساتھ آریا سماج کے بانی ''سرسوتی'' کی مورتی کے سامنے بھی ہاتھ جوڑ کر مسلمان بچوں کو ''پرارتھنا'' کروائی جاتی۔

بابائے اردو ''ڈاکٹر عبدالحق'' کے بہ قول ان مندروں میں تعلیم پانے کے بعد مسلمان بچے سلام کہنا بھول گئے اور سلام کی بجائے ''نمستے'' اور ''رام کی جے ہو'' کی آوازیں بلند کرتے۔

(سیاست ملیہ، از محمد امین زبیری: 333)

مگر ان تمام رسومات میں شریک ہونے کے باوجود مسلمان بچے ''اچھوت'' اور ''ملیچھ'' کے درجے سے اوپر نہ جا سکے، حتیٰ کہ سکولوں میں مسلمان بچوں کو ہندو طلبا کے برتن میں پانی پینے کی اجازت نہ تھی۔

دراصل یہ سب کچھ سنگھٹن کے بانی ڈاکٹر مونجے جیسے متعصب خیالات کے حامل ہندوؤں کا کیا دھرا تھا۔ مونجے نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا: ''جس طرح انگلستان انگریزوں، فرانس فرانسیسیوں اور جرمن جرمنوں کا وطن ہے، اسی طرح ہندوستان ہندوؤں کی ماتا بھومی ہے۔ اگر ہندو منظّم ہو جائیں تو مسلمانوں کو جھکنے پر مجبور کر سکتے ہیں'' (ہسٹری آف فریڈم موومنٹ: 261)

مگر یہ خیال صرف ڈاکٹر مونجے کا ہی نہیں بلکہ گاندھی جی (جو بظاہر ہندو مسلم اتحاد کے داعی نظر آتے تھے) بھی انہی خیالات کے حامی تھے۔ اُس وقت کے ایک اخبار ''ینگ انڈیا'' کو انٹرویو دیتے ہوئے گاندھی جی نے کہا: ''مسلمان یا تو عرب حملہ آوروں کی اولاد ہیں یا ہم ہی سے جدا کیے ہوئے افراد۔'' اگر ہم اپنا وقار برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو تین علاج ہیں: (۱) انھیں اسلام سے ہٹا کر واپس اپنے دھرم میں لوٹا دیا جائے۔ (۲) اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ان کے آبائی وطن میں انہیں واپس بھیج دیا جائے۔ (۳) اگر یہ بھی دشوار ہو تو ان کو ہندوستان میں غلام بنا کر رکھا جائے۔

(سیاست ملیہ: 158,159)

چنانچہ ایک طرف آریا سماج ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتے ہوئے صحابہ کرام اور نبی ﷺ پر زبان درازی کرتے (سوامی شردھانند، راجپال، نتھورام، بھولا ناتھ'' یہ سب گستاخ اسی دور میں ظاہر ہوئے) اور دوسری طرف مسلمانوں کو معاشی طور پر کمزور کرنے کے لیے نوکریوں کے دروازے ان پر بند کیے جانے لگے۔ پہلے ہی صورتِ حال یہ تھی کہ انیسویں صدی کے اواخر میں ہائی سکولوں میں ہندو طلبا کی تعداد 36686 اور مسلمان طلبا کی تعداد صرف 363 تھی، جبکہ پورے ہندوستان میں 3155 گریجویٹ ہندوؤں کے مقابلے میں صرف 75 مسلمان گریجویٹ تھے۔ (شہاب نامہ: 162)

انگریز کی آمد سے قبل اسی ہندوستان کے متعلق انگریز مورخ ''W.W.Hunter'' لکھتا ہے:

''ایک سو ستر برس قبل ایک اچھے گھرانے کے مسلمان کے لیے بنگال میں غریب ہو جانا قریب قریب ناممکن تھا، مگر اب حالت یہ ہے کہ مسلمان کے لیے امیر رہنا ناممکن ہے۔''

مزید لکھتا ہے:

''یہ مسلمان کسی زمانے میں محلوں میں رہتے تھے، گھوڑے، گاڑیاں اور نوکر چاکر موجود تھے ۔اب حالت یہ ہے کہ ان کے گھر جوان بیٹے بیٹیوں، پوتے پوتیوں، اور بھتیجے بھتیجیوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی زندگی میں کچھ کرنے کا موقع حاصل نہیں۔ منہدم اور مرمت شدہ مکانوں اور خستہ برآمدوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور روز بہ روز قرض کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں، حتی کہ کوئی ہمسایہ ہندو قرض خواہ ان پر نالش کرتا ہے اور باقی ماندہ مکان یا زمین بھی ان کے قبضے سے ہمیشہ کے لیے نکل جاتی ہے اور یہ قدیمی مسلمان خاندان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔

سرکاری نوکریوں میں مسلمانوں کی تعداد بھی اس کے بقول ملاحظہ فرمائیں: ابھی دس سال پہلے کی بات ہے کہ تمام عہدے مسلمانوں کو ہی ملا کرتے تھے مگر اب صورت حال یہ ہے کہ مختلف افسروں کے ساتھ کام کرنے والا سٹاف اور کلرک، عدالتوں کے ذمہ دار افسران حتی کہ پولیس کے اعلی عہدیدار بھی سرکاری سکولوں سے پڑھے ہوئے ہندو نوجوانوں میں سے ہی بھرتی کیے جاتے ہیں''

(The Indian Musalmins by W.W.Hunter : 124,126)

مگر جو تھوڑے بہت مسلمان سرکاری ملازمتوں میں تھے ان کے متعلق کیا ہونے والا تھا؟ قدرت اللہ شہاب (جو کہ اس وقت اڑیسہ سیکرٹریٹ میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ڈپٹی سیکرٹری کی حیثیت سے پاسپورٹ جاری کرتے تھے) لکھتے ہیں: ''اڑیسہ کے چیف منسٹر ہری کرشن مہتاب کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے بھی ممبر تھے۔ ایک بار دہلی سے کانگرس کی کسی میٹنگ سے واپس آئے تو اپنے معمول کے مطابق انہوں نے کاغذات کی صندوقچی میرے حوالے کر دی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ میں سیاسی کاغذات نکال کر ان کے پرسنل سیکرٹری کے حوالے کر دیتا اور سرکاری کاغذات متعلقہ محکموں کے سپرد ۔مگر اس بار جو میں نے چیف منسٹر کے کاغذات کا جائزہ لیا تو ان میں ایک عجیب دستاویز ہاتھ آئی۔ چھے سات صفحات کا ''سائیکلوسٹائلڈ'' انتہائی خفیہ حکم نامہ تھا جو کانگرسی چیف منسٹرز کے نام اس ہدایت کے ساتھ جاری کیا گیا تھا کہ ہر چیف منسٹر اسے اپنی ذاتی تحویل میں رکھے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تقسیم ہند کا معاملہ تقریباً طے پا چکا ہے اس لیے جن صوبوں میں کانگرس کی وزارتیں قائم ہیں وہاں پر مسلمان

افسروں کو کلیدی عہدوں سے تبدیل کر دیا جائے، خاص طور پر ہوم ڈیپارٹمنٹ، فنانس ڈیپارٹمنٹ اور پریس ڈیپارٹمنٹ میں با اعتماد ہندو افسروں کو ہی تعینات کیا جائے۔ ڈی۔سی، آئی۔جی اور ایس۔پی عموماً ہندو ہوں۔ تھانوں کے انچارج بھی زیادہ سے زیادہ ہندو ہوں، نیز محکمہ پولیس اور ضلعی انتظامیہ میں مسلمانوں کو فیلڈ ورک سے ہٹا کر بے ضرر قسم کے دفتری کام کاج پر لگا دیا جائے۔ پولیس کی نفری میں سے مسلمانوں سپاہیوں کو بتدریج غیر مسلح کر کے پولیس لائن اور تھانوں کے اندر معمولی سے معمولی فرائض پر تعینات کیا جائے۔ (شہاب نامہ: ۲۶۵، ۲۶۶)

جی ہاں، یہ تھے اہنسا اور عدم تشدد کے جھوٹے دعویدار ''مہاتما گاندھی'' اور ان کے حواری، جن کے قول اور عمل سے 'بغل میں چھری اور منہ سے رام رام' کی مثال با آسانی سمجھی جا سکتی ہے۔ قارئین کرام! یہی وہ مختصر اور تلخ حقائق ہیں جن کی وجہ سے ہمارے اکابرین نے 'لے کر رہیں گے پاکستان' کا نعرہ لگایا تھا۔

اب ایک اقتباس انگریز مصنف ''جان کومپل'' کے حوالے سے، جو اپنی کتاب ''آ کنلیک'' میں لکھتا ہے:

''۱۵ اگست ۱۹۴۷ کو امرتسر کے بازاروں میں انسانیت کی تذلیل کا انتہائی گھٹیا منظر دیکھنے میں آیا۔ پیچھے رہ جانے والی مسلمان بیٹیوں کو سکھوں کے ایک ہجوم نے برہنہ کر کے سارے شہر میں گھمایا، پھر کچھ کو تو کرپانوں سے قتل کر دیا گیا، باقی ماندہ سب کو لائن میں کھڑا کر کے زندہ جلا دیا گیا۔''

جی ہاں، یہی ہیں وہ آوازیں جن کو آج ہم بھول گئے۔ ۱۰ لاکھ شہدا کے خون سے سینچی ہوئی دو قومی نظریے کی وہ سرخ لکیر کہ جس کو آج ہم امن کی آشا کے نام سے ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آداب

سوشل میڈیا چیٹنگ

مولانا محمد رفیق طاہر

غیر محرم مرد وزن کی بات چیت آمنے سامنے ہو ,موبائل پیغامات(massaging)) کے ذریعہ ہو ,یا سوشل میڈیا چَیٹ ہو ,سب کے لیے اللہ سبحانہ وتعالی نے ایک ہی اصول وضابطہ مقرر فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاء حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

''اور جب تم ان سے کسی چیز کے بارہ میں پوچھو ,تو پردے کی اوٹ میں بات کرو۔ یہ تمہارے دلوں اور انکے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' (الأحزاب: 53)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرم مرد اور عورت آپس میں کام کی بات کر سکتے ہیں۔اور بات کرنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ عورت پردے کی اوٹ میں ہو۔موبائل ,یا میسنجر زپہ کال کرتے ہوئے ,یا چیٹ کے دوران "پردہ کی اوٹ "تو موجود ہی ہوتی ہے۔الا کہ کوئی ویڈیو کال کر کے اس "اوٹ " کو ختم کر دے۔لیکن دوسرا اہم نقطہ جو اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ ہے "کام کی بات !" جسے عموما پس پشت پھینک دیا جاتا ہے ,اور اسکا لحاظ رکھے بغیر بات چیت کی جاتی ہے۔اس آیت کریمہ میں حجاب کا ذکر کرنے سے پہلے اس اہم نقطہ کو بیان کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر محرم مرد وزن کی آپس میں بات چیت صرف "ضروری اور اہم کام "سے متعلق ہونی چاہیے۔محض " گپ شپ "لگانے کی اجازت شریعت میں انکے لیے نہیں ہے !خوب سمجھ لیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا نِسَاء النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاء إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً (الأحزاب: 32)

''اے نبی کی بیویو !تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو ,اگرتم اللہ سے ڈرتی ہو ,تو پرکشش لہجہ میں گفتگو نہ کرو ,وگرنہ جسکے دل میں مرض ہے وہ طمع لگا بیٹھے گا۔اور معروف بات کہو۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالی نے غیرمحرموں سے گفتگو کرنے کے لیے مزید دو اصول بیان فرمائے ہیں:۔لہجہ پرکشش نہ ہو۔۔معروف بات ہو۔یعنی اگر کوئی عورت گفتگو کے دوران ایسے لہجہ میں بات کرے جس سے مردوں کے دل میں "عشق " کا مرض جنم لے سکتا ہو ,تو وہ لہجہ شرعا حرام ہے۔اسی طرح تحریری گفتگو میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو صنفی کشش کا باعث بنتے ہوں۔اور جو گفتگو مرد وعورت کر رہے ہیں وہ معروف یعنی اچھائی اور بھلائی اور نیکی کی گفتگو ہو جسے شریعت اسلامیہ منع نہیں کرتی۔

درج بالا قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھ کر غیرمحرم مرد وعورت آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں۔اس امت کی سب سے پاکیزہ خواتین یعنی امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی غیرمحرم مردوں سے انہی اصولوں کو مدنظر رکھ کر گفتگو کرتیں اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی براہ راست شاگردات یعنی صحابیات بھی انہی ضابطوں کی پابندرہ کر بات چیت کیا کرتی تھیں۔سو آج بھی اگر کوئی ان ضابطوں کی پابندی کرے تو انکی گفتگو میں کوئی حرج نہیں ہے۔یعنی بات ایسی ہو جو کہ مرد کو اس عورت سے یا عورت کو اس مرد سے "خود " کرنا ضروری ہو , گفتگو کا انداز پرکشش نہ ہو , معروف بات ہو ,اور حجاب کے احکامات ملحوظ خاطر ہوں ,تو کوئی حرج نہیں ہے۔شادی سے قبل منگیتر بھی "نامحرم "ہی شمار ہوتے ہیں۔لہذا ان سے بھی گفتگو انہی ضوابط کی پابند ہے۔یہاں ایک اہم بات سمجھنا بہت ضروری ہے , خصوصا خواتین کے لیے کہ انکی سوشل میڈیا یا آئی ڈی انکے ولی امر (محرم مرد رشتہ دار جو عورت کا سرپرست ہے) کے علم میں ہونی چاہیے۔اور اگر خواتین سوشل میڈیا مثلا فیس بک, ٹویٹر ,واٹس ایپ , ٹیلی گرام وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں تو انہیں بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔اور درج ذیل غلطیوں سے مکمل اجتناب کرنا ہوگا:

1۔لڑکوں کو ایڈ کرنا:

کسی بھی ایسی آئی ڈی جو مردوں یا لڑکوں کے ناموں سے ہوں ان کو ایڈ نہ کریں اگر آپ کو لڑکی کے نام سے فرینڈ ریکویسٹ آتی ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ واقعی کسی بہن کی آئی ڈی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ لڑکی کے نام سے فیک آئی ڈی بنا کر آپ کو فرینڈ ریکویسٹ بھیجی جا رہی تا کہ اس کے ذریعے لڑکیوں کی پروفائل میں گھسا جا سکے۔ الغرض آپ صرف اور صرف لڑکیوں کو ہی اپنی فرینڈ لسٹ میں ایڈ کریں اور وہ بھی ایسی لڑکیاں جنہیں آپ جانتی ہوں کہ واقعی یہ لڑکیاں ہی ہیں اور پابند شریعت بھی! اگر آپکو دینی معلومات درکار ہیں , تو آپ فیس بک پر ایسے پیجز کو لائک کر لیں جو اسلامی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ان سے ہی آپکی علمی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

2۔لڑکوں سے چیٹ:

لڑکوں سے چیٹ کرنے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں , جیسا کہ اوپر دلائل سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ " گپ شپ "لگانے یا پھر محض "سلام دعاء , حال احوال " کی غرض سے نامحرموں سے چیٹ یا گفتگو کرنے کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں ہے۔ ہاں بوقت ضرورت بقدر ضرورت جتنی شریعت نے اجازت دی ہے اسکے مطابق کوئی بات کی جا سکتی ہے , لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یہ اجازت محض رخصت ہے , لہذا اسکا کم از کم استعمال کریں۔

3۔ضرورت اور بلاوجہ کی گفتگو کے باریک فرق کو سمجھیں:

اگر آپکو کسی عالم دین سے معلومات درکار ہیں تو تین سے چار سطروں میں اپنا سوال لکھ کر سینڈ کریں، ورنہ گفتگو طول پکڑے گی اور کہیں جا کر بھی نہیں رکے گی جس سے فتنے کا اندیشہ ہے۔ خواتین عموما مرد کو دیندار , متقی , عالم دین , یا مجاہد سمجھ کر " گپ شپ " کرنا شروع کر دیتی ہیں جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ اس سے اجتناب کریں۔ ٹو دی پوائنٹ یعنی جامع و مانع بات کریں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ آپ جب بھی کسی غیر محرم مرد سے چیٹ کریں تو اپنے کسی محرم کی موجودگی میں کریں , فتنہ سے محفوظ رہنے کا یہ بہت مؤثر ذریعہ ہے۔

4۔دوسروں کی پوسٹوں پہ کمنٹ کرنا:

کسی بھی دینی یا فلاحی تنظیم یا جماعت کے پیج پہ موجود پوسٹوں پر اپنی آئی ڈی سے کمنٹ نہ کریں ,

وگرنہ اسکے نتیجہ میں آپکی آئی ڈی ہزاروں بلکہ لاکھوں مردوں تک پہنچ جائے گی اور یہ فتنہ کا سبب بن جائے گی!

5۔ پروفائل پکچر:

اپنی پروفائل پہ اپنی تصویر نہ لگائیں ,خواہ نقاب والی ہی ہو۔کچھ لڑکیاں اپنے ہاتھوں ,پاؤں ,لباس وغیرہ کی تصاویر کو اپنی پروفائل پہ لگا دیتی ہیں جبکہ شریعت نے ان سب کو چھپانے کا حکم دیا ہے۔

6۔ پوسٹ کرنے میں احتیاط برتیں:

اپنے دکھ اور غم مثلا : میں پریشان ہوں ڈپریشن میں ہوں میں بہت مصیبت میں ہوں وغیرہ انٹرنیٹ پہ اجنبیوں سے ہرگز نہ شیئر کریں ,اور نہ ہی اپنی جاننے والی لڑکیوں سے۔یہ وہ غلطی ہے جو ہر لڑکی انٹرنیٹ پہ کرتی ہے اور بعدازاں نقصان اٹھاتی ہے۔اسی طرح اپنے رویے اور پسند ناپسند،رنگ کیسا پسند ہے،کھانے میں کیا پسند ہے،جوتے کون سے پسند ہیں،یہ معلومات اگر آپ انٹرنیٹ پہ ڈالیں گی تو وہ کسی نہ کسی تک تو پہنچیں گی جس سے نقصان کا اندیشہ ہے ۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

سفید بالوں کو نہ اکھیڑا جائے

سفید بالوں کو برقرار رکھنا اور اکھیڑنے سے بچنا رسول اللہ ﷺ کی تلقین ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بڑھاپے کو ختم مت کرو،کیونکہ بے شک جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا تو اس کا بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔''

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ نَتْفِ اللشَّيْبِ وَقَالَ اِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ))

''نبی ﷺ نے بڑھاپے (کے سفید بالوں) کو اکھیڑنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہے۔'' صحیح الترغیب و الترھیب (۲۰۹۱)و ابوداود(٤٢٠٢)

حبِّ رسولؐ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہیدانِ ناموسِ رسالت کے نام

تحریر.....محمد عظیم حاصل پوری

آغاز اسلام میں جب محمد کریم ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور آپ کے جانثار زیادہ نہ تھے اور جو تھے کمزور و ناتواں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی عزت و ناموس کا خود ذمہ اٹھالیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ . (المائدة: ٦٧)

''اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔''

آپ اندازہ لگائیں، کوہ صفا پر ابولہب نے بدتمیزی کی تو اللہ نے خود جواب دے دیا:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ * مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ * سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ . (اللهب:١۔٣)

''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔''

اور اس ابولہب کو ذلیل و رسوا کر کے موت دی اور قیامت تک کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔

۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء غازی علم دین شہید رحمہ اللہ کی شہادت کا دن ہے، ہم ناموس رسالت کے چند شہداء کا تذکرہ کر کے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کریں گے اور ان کی خدمات جلیلہ کی قبولیت کی دعا کریں گے۔

غازی علم دین شہید

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے میں خاص ملکہ حاصل تھا، آریہ سماج نے جب رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے ہوئے ''رنگیلا رسول'' (نعوذ باللہ من ذلک) شائع کی تو مولانا نے گندگی کا جواب پاکیزگی سے، اندھیرے کا جواب اجالے سے اور بدتمیزی کا جواب سنجیدگی سے دیا۔ ان کا جواب ''مقدس رسول ﷺ'' کے نام سے شائع ہوا۔ جو ﴿جادلھم بالتی ھی أحسن﴾ کا شاہکار تھا۔ اس وقت کے علماء اور تمام مسلم اخبارات نے مولانا کی اس کوشش کو سراہا۔ جس کی تفصیل موصوف کی کتاب کے آغاز میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

مولانا ''مقدس رسول ﷺ'' کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں:

''گاندھی جی نے غضب پہ غضب کیا کہ یہ بھی لکھ دیا ''اسلام جھوٹا نہیں'' اور ہندوؤں کو بھگتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر وہ اس کے ساتھ محبت کریں گے جس طرح میں کرتا ہوں۔ (ترجمہ ینگ انڈیا اور پرتاب ۴ جون ۱۹۲۴ء) بس پھر کیا تھا: آریوں نے گاندھی جی سے فرصت پا کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیے۔ ان حملوں میں سے حملہ اس کتاب کی صورت میں ہے۔ جس کا نام ''رنگیلا رسول'' ہے۔ اس کتاب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے خانگی حالات ایسے برے لہجے اور دل آزار انداز سے لکھے گئے کہ ملک میں کہرام مچ گیا۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی نے بھی اس پر اظہار نفرت کیا۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابل اعتراض جانا مگر چونکہ بزدل مصنف نے اپنا نام درج نہیں کیا تھا، اس لیے گورنمنٹ نے اس کتاب کو شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا۔ (دیباچہ مقدس رسول ﷺ از مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ)

محترم قارئین! اس پمفلٹ کے شائع ہونے کے بعد مسلمانوں کا مشتعل ہو جانا فطری اور لازمی امر تھا۔ مسلمانوں نے سخت احتجاج کیا۔ چنانچہ ۲۴ مئی ۱۹۲۴ء کو زیر دفعہ ۱۱۵۳، اے تعزیرات ہند مقدمہ درج کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ماتحت عدالت نے ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء کو ڈیڑھ سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی۔ راجپال نے سیشن کورٹ میں اپیل دائر کی جس کی

سماعت کرنل ایف سی کلولس نے کی اور ۸ فروری ۱۹۲۷ء کو ماتحت عدالت کے فیصلے میں تخفیف کرتے ہوئے صرف چھ ماہ کی سزائے قید سنائی۔ راجپال نے اس قید کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ جس کی سماعت کرنل دلیپ سنگھ کی عدالت میں ہوئی۔ ہائی کورٹ پنجاب کے چیف جسٹس شادی لال کی ذاتی سفارش پر راجپال کو ۴ مئی ۱۹۲۷ء کو باعزت بری کر دیا گیا۔ ہائی کورٹ کے اس فیصلے پر مسلمانوں میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور اشتعال پھیل گیا۔

یہ تو انگریز حکومت اور اس کی ماتحت عدالتوں کا کام اور کردار تھا۔ مگر مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حکومت کا جو فرض تھا اس نے ادا کر دیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا گورنمنٹ کا کام نہیں، ہم مسلمانوں کا کام ہے۔ ہم اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگے اور تسکین ہو۔''

قارئین! آپ نے پڑھا کہ بزدل مصنف نے کتاب پر اپنا نام نہیں لکھا مگر مشہور مؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب اپنی کتاب ''بزم ارجمنداں'' کے صفحہ ۱۵۲ پر مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مولانا کی تصنیفات میں سے ایک ''مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے جو انھوں نے ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں لکھی۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے انتہائی دل آزار تھی۔ اس کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں کئی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کتاب دراصل آریہ سماجی رائیٹر پنڈت چموپتی ایم اے (پروفیسر ڈی اے وی کالج، موجودہ اسلامیہ کالج سول لائن) کی تصنیف تھی جسے لاہور کے مہاشہ راجپال نے اپنی تصنیف ظاہر کر کے شائع کی'' اس شر انگیز کتاب کی اشاعت کے بعد مسلمانوں میں جلسے جلوس اور احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا تو حکومت نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ اسی دوران ۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو دہلی دروازہ لاہور کے سامنے ہزاروں مسلمان جمع ہوئے اور وہاں ایک جلسہ عام ہوا اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''آج کوئی روحانیت کی آنکھ سے دیکھنے والا ہو تو دیکھ سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور

ازواج مطہرات، ہم مسلمانوں کی مائیں لاہور کے مسلمانوں سے فریاد کر رہی ہیں کہ تمھارے شہر میں ہماری بے حرمتی کی جارہی ہے، ہمیں کھلے بندوں گالیاں دی جارہی ہیں۔ اگر کچھ پاس رسالت ہے تو ناموس رسالت کی حفاظت کرو۔ اس موقع پر شاہ جی نے مزید فرمایا:

''آج گورنمنٹ نے ہمارا جلسہ روکنے کے لیے زمین پر قبضہ تو کر لیا لیکن وہ دلیپ سنگھ کے قلم پر قابض نہ ہوسکی۔ ''ملاپ'' اور ''پرتاب'' کے ایڈیٹروں کو بس میں نہ کر سکی۔ ہم نے تین سال تک صبر کیا لیکن ہندو اسے نہ سمجھ سکے۔ وہ یاد رکھیں جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے۔'' مزید فرمایا:

''اب وقت آ گیا ہے کہ دفعہ ۱۴۴ کے پرخچے یہیں سے اڑا دیے جائیں بیس بیس مسلمانوں کے دستے ممنوعہ جلسہ گاہ میں جائیں اور رسول اکرم ﷺ کے نام پر جو بھی مصیبت آئے خوشی سے برداشت کریں اور اپنی زندگیاں حرمت رسول ﷺ پر قربان کر دیں۔'' (روزنامہ ''انقلاب'' جولائی ۱۹۲۷ء)

شاہ جی کی اس تقریر نے اسلامیان برصغیر کے دلوں کو لرزا دیا۔ غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ نے یہ تقریر سنی، ان کے دل و دماغ پر جادو کا سا اثر ہو گیا۔ انھوں نے اپنے بڑے بھائی سے پوچھا: ''اگر کوئی راجپال کو قتل کر دے تو اس کا کیا ہوگا؟'' بھائی نے جواب دیا: ''اسے پھانسی ہو جائے گی۔'' یہ سن کر غازی علم دین خاموش ہو گئے۔ پھر ۱۱ اپریل ۱۹۲۹ء کو غازی نے فجر کی نماز ادا کی پھر صبح سیر کر کے گھر واپس آئے، ناشتے میں چاول کھانے کی فرمائش کی، ان میں دیسی گھی ڈلوایا، پھر گھر سے کچھ خرچہ لیا اور باہر نکل گئے۔ ایک چھری ساڑھے تیرہ انچ لمبی ایک روپے میں خریدی اور ٹھیک ۲ بجے دوپہر ملعون راجپال کی دکان پر گئے۔ راجپال گدے پر لیٹا سو رہا تھا۔ ایک ملازم دکان میں کتابیں ٹھیک کر رہا تھا۔ غازی نے راجپال کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور پوچھا ''کیا تمھارا نام راجپال ہے۔'' اس نے کہا: ہاں، پھر غازی نے کہا تیری یہ مجال کہ تو حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اور بھرپور وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور سکون سے وہاں سے نکل کر

قریب ہی لکڑیوں کے ٹال کے پاس ایک نلکے پر اپنے کپڑوں سے ناپاک خون کے دھبے دھونے لگے۔

ہندوؤں کے ایک ہجوم نے آپ کو پکڑ لیا اور پوچھنے لگے: ''تم نے راجپال کو قتل کیا ہے؟ کہا: ''میں نے اپنے رسول پاک ﷺ کا بدلہ لیا ہے۔'' وہ غازی کو پکڑ کر موقعہ واردات پر لے گئے۔ ہندوؤں کا بہت بڑا ہجوم تھا غازی نے ہجوم کو مخاطب کر کے کہا: لوگو سن لو! میں نے آج اپنے رسول پاک ﷺ کا بدلہ لے لیا ہے۔''

اسی دوران راجپال کی بیوی روتی پیٹتی آئی اور کہنے لگی: آپ نے میرے خاوند کو کیوں قتل کیا ہے؟ آپ کی میرے خاوند سے کیا دشمنی تھی؟ غازی نے جواب دیا: میری اس ملعون سے کوئی دشمنی نہیں تھی، میں نے اپنے رسول پاک ﷺ کا بدلہ لیا ہے۔'' اس وقت ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد وہاں پر موجود تھی۔ پولیس آئی اور غازی کو ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ غازی نے شیر کی طرح گرج کر کہا ''میرا نام علم الدین ہے میں نے اکیلے ہی بدلہ لیا ہے۔ میرے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہیں۔'' اور دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: یہ جو ہتھکڑی ہے یہ تو میرا زیور ہے اور میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے۔''

قارئین کرام! آیئے اس واقعہ کے حوالے سے آپ کو ایک اور تاریخی دستاویز سے آگاہ کریں۔ یہ تاریخ کی آواز ہے۔ کیا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے؟ آغا شورش کاشمیری اپنی کتاب ''بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل'' کے صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں: ''راجپال (شاتم رسول) میرے سامنے قتل ہوا، اس کی دکان سے علم دین کو خنجر گھونپ کر نکلتے دیکھا۔ کچھ آگے لکڑیوں کا ایک ٹال تھا، علم دین اس میں گھس گیا۔ ٹال کا مالک ہندو تھا، اس نے گھیر ڈالا، اتنے میں پولیس آ گئی علم دین کو گرفتار کیا اور لے گئی اور کئی دنوں تک مقدمہ چلتا رہا، سیشن کورٹ نے موت کی سزا دی، جو ہائی کورٹ میں بحال رہی۔ آخر ایک دن علم دین میانوالی جیل میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ ان کی نعش اسلامی رسومات کے مطابق میانوالی ہی میں دفن کر دی گئی

ہے۔

کسی نے جا کر علم الدین سے پوچھا.....تو حکم قتل سن کر بھی ہے ہشاش
مقام ایسے پر اب تیرا گزر ہے..... جہاں ہوتا ہے شیروں کا جگر پاش
تجھے مرنے کا اپنے کیا نہیں غم .....کہ آتا ہے نظر ہشاش بشاش
کہا اے مرد غازی نے یہ سن کر.....سنو کرتا ہوں میں راز دلی فاش
مجھے ہے شوق دیدار محمد ﷺ.....ہو دل کو خوف سے مرنے کے کیوں جاش

روزنامہ سیاست لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء

مسلمانان لاہور بھڑک اٹھے، حکومت نے ہنگامہ و ہیجان سے خوفزدہ ہو کر نعش حوالے کر دی۔ لاہور میں نعش کا جتنا بڑا جلوس نکلا، اتنا بڑا جلوس شاید ہی کبھی نکلا ہو، میت کو کندھا دینے کے لیے بڑے بڑے بانس لگائے گئے۔ بیک وقت ہزار ڈیڑھ ہزار آدمی کندھا دے رہے تھے۔ ہر خیال کے مسلمان رہنما جنازے میں شریک تھے۔ سر محمد شفیع بھی تھے اور مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ بھی۔ ایک چھوٹی سی بات مجھے اب تک یاد ہے کہ مولانا ظفر علی خان نے قبر پر لیٹ کر اس کی وسعت کا جائزہ لیا تھا۔''

بُرے ہوں لاکھ یہ مسلم مگر نام محمد ﷺ پر وہ ہیں ہر حال میں تیار اپنا سر کٹانے کو

فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر، (ج ۲ / ص ۳۰۔۳۹)

غازی عبدالقیوم کو چوان رحمہ اللہ

۱۹۳۳ء کے اوائل میں آریہ سماج حیدر آباد سندھ کے سیکرٹری نتھو رام نے ہسٹری آف اسلام نام کا ایک کتابچہ لکھا۔ اس میں اس نے ناموس رسالت پر رکیک حملے کیے۔ مسلمان مشتعل ہو کر میدانِ احتجاج میں اتر آئے۔ ضلع ہزارہ کے دور افتادہ گاؤں ''غازی'' کا ایک مکیں ''عبدالقیوم'' جو کہ ایک سادہ اور انتہائی غریب آدمی تھا۔ اور تانگہ چلاتا تھا۔ اس نے بھری عدالت میں نتھو رام کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اسے بھی کیفر کردار تک پہنچایا اور اپنی عاقبت سنواری۔ حب رسول

ﷺ سے سرشار عبدالقیوم سے جب پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تو جوش نے کہا: اس خنزیر کے بچے نے میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کی یہی سزا تھی۔ ایسے ہی جاں نثاروں اور سرفروشوں کی بابت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے کہا وہ ہے:

نظر اللہ پر رکھتا ہے مسلمان غیور.....موت کیا شے ہے فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ

قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں.....حرف لاتدع اللہ الہا آخر

غازی میاں محمد شہید رحمہ اللہ

غازی میاں محمد ۱۹۱۵ء کو تلہ گنگ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ اعوان برادری سے تعلق تھا۔ ۱۹۳۵ء میں انڈین آرمی بلوچ رجمنٹ میں بطور سپاہی بھرتی ہوئے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کی شب مدراس چھاؤنی میں ڈیوٹی سے فارغ چند مسلمان حضور اقدس کی شان میں نعت گوئی کر رہے تھے وہاں پر موجود ایک ہندو ڈوگر حیرن درس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ اسے سمجھایا گیا، معافی کا مطالبہ کیا گیا مگر کسی نے کان نہ دھرا۔ میاں محمد نے اپنی ڈیوٹی والی رائفل اٹھائی اور گولی اس کے سینے کے آر پار کر دی اسی علاقہ کے ایک مسلمان جمعہ دار عباس خاں کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا۔

اگلے روز ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء کو غازی میاں محمد کو تفتیش کے لیے پولیس کے حوالہ کر دیا گیا۔ وکلاء نے جان بچانے کی کئی راہیں دکھائی مگر انھوں نے سچ کا دامن نہ چھوڑا اور کہا کہ جان میں اپنے نبی جناب محمد ﷺ کے نام کر چکا ہوں۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر.....مری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ ﷺ پر

۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو غازی میاں محمد کو سزائے موت کی سنائی گئی میاں محمد کی آخری ملاقات لواحقین سے ہوئی اور اپنی والدہ کو تسلی دی اور کہا میں شہید ہوں جس نے ناموس رسالت کے لیے

جان دی ہے۔

غازی مرید حسین رحمہ اللہ

موضع بھلہ کریا کہ ضلع چکوال کے رہنے والے غازی مرید حسین کو خبر ملی کہ ہندوستان کے ایک قصبہ پلول ضلع گوڑگانواں کے ایک ہندو رام گوپال ڈاکٹر نے اپنے کتے کا نام نعوذ باللہ محسن انسانیت کے نام پر رکھا ہے۔

غازی مرید حسین ۶ اگست ۱۹۳۶ء کو گستاخ رسول کے ہاں جا پہنچے۔ رام گوپال اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا غازی مرید حسین نے جا کر خنجر اس کے پیٹ میں گھسا کر اسے واصل جہنم کر دیا۔ غازی کو پکڑنے پولیس آ گئی غازی نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ سزائے موت سنائی گئی آخرت ملاقات ماں کرنے آئی اور کہنے لگی: بیٹا تو ناموس رسالت کا شہید ہے گھبرانا نہ اور پھانسی کا پھندا خود گلے میں ڈالنا۔ آخر کار ناموس رسالت ﷺ پر جان دینے والا غازی ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء جمعۃ المبارک کی صبح تختہ دار پر چڑھ گیا۔ اور پھر اسے غازی محل بھلا شریف کے نزدیکی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ شہیدان ناموس رسالت مرتبہ محمد متین خالد۔ پس دیوار زنداں ص ۱۴۷

کون سا جانور عقیقہ میں دیا جائے۔؟

عقیقہ میں صرف بھیڑ، بکری کو ذبح کیا جائے کیونکہ احادیث میں صرف اسی کا ذکر آیا ہے، عقیقہ میں قربانی کی طرح اونٹ میں دس اور گائے میں سات افراد کو شریک نہیں کیا جا سکتا۔ نیز عقیقہ کے جانور میں دو دانتا یعنی دو ندا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد الرحمٰن کے گھر بچہ پیدا ہوا تو عرض کیا گیا۔ اماں جی! آپ عقیقہ میں اونٹ ذبح کریں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ((مَعَاذَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ))

''اللہ کی پناہ، جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اس کا کیا بنے گا؟ کہ دو بکریاں برابری کی''

[السلسلة الصحيحة (٦/ ٤٩٠) اسناده حسن]

الآداب

کیا برداشت پیدا کی جاسکتی ہے.....؟

مجیب الرحمٰن سیاف

برداشت طبیعت کی وہ صفت ہے جس سے انسان میں وہ قوت پیدا ہوتی ہے جس کے سبب وہ جوش غضب، اشتعال اور جذبہ انتقام کے باوجود عفو ودرگزر سے کام لیتا ہے۔ ہر خلاف طبیعت اور اشتعال انگیز واقعہ پر ردعمل کے اظہار میں جلدی نہیں کرتا اور نہ دشمنی میں حداعتدال سے باہر نکلتا ہے۔ کسی شخص کی کامیابی اور بلندی کا راز یہ ہے کہ انتہائی جذباتی مواقع پر انتہائی عقل و دانش سے فیصلہ کرے۔ انفرادی زندگی میں تحمل اور صبر وضبط کی ضرورت تو ہے ہی؛ لیکن اس کی اہمیت اجتماعی جگہوں میں مزید بڑھ جاتی ہے، جہاں مختلف اذہان اور طبیعت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ظاہر ہے کہ کسی فیصلہ یا مسئلہ پر غور کرتے ہوئے تمام ذہنوں کی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ اس میں بعض کی موافقت ہوگی تو بعض کی مخالفت بھی، ساتھ رہتے ہوئے بہت سی ناموافق باتیں بھی پیش آتی ہیں، کبھی مزاجوں کا اختلاف دل شکنی کا باعث ہوتا ہے تو کبھی کسی کی تنقید سے خفت اٹھانی پڑتی ہے؛ بلکہ قدم قدم پر ہزار امتحانی راہوں سے گزرنا پڑتا ہے، اگر تحمل اور صبر وضبط سے کام نہ لیا جائے تو ایک دن بھی اجتماعی جگہوں میں شریک رہنا مشکل ہوگا۔ اس لیے اسلام نے صبر وتحمل، برداشت اور عفو ودرگزر سے کام لینے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''درگزر کرنے کا رویہ اختیار کیجئے، معروف کاموں کا حکم دیجئے۔ اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔'' الاعراف:(199)

کبھی قبائلی حمیت جوش مارتی ہے اور جھوٹی عزت نفس کو برقرار رکھنے کے لیے عدم برداشت پر ابھارتی ہے قرآن نے ایسے مواقع پر بھی ہماری رہنمائی فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اے ایمان والو !اللہ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے

بنو۔اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مشتعل نہ کردے کہ تم عدل کو چھوڑ دو۔عدل کیا کرو، یہی بات تقویٰ کے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے۔'' المائدہ:(8)

دوسری جگہ پر برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی رضا کے لئے صبر کیا 'نماز قائم کی اور اللہ نے جو کچھ انھیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کیا اور برائی کا بھلائی سے جواب دیا یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کے گھر کا اچھا انجام ہے۔'' الرعد:(22)

برداشت اور تحمل و بردباری کا نتیجہ معاشرے کے امن اور باہمی الفت ومحبت کی صورت نکلے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''نیکی اور بدی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔آپ (بدی کو) ایسی بات سے دفع کیجئے جو اچھی ہو۔ آپ دیکھیں گے کہ جس شخص کی آپ سے عداوت تھی وہ آپ کا گہرا دوست بن گیا ہے۔'' حم السجدۃ:(34)

سید الرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی صبر وتحمل اور برداشت کے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر وتحمل کا دامن تھامے رکھا:

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ جس زمانہ میں یہودی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ قرض لیا، میعادِ ادا میں ابھی کچھ دن باقی تھے، تقاضے کو آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچی اور سخت سست کہا عبدالمطلب کے خاندان والو ! تم ہمیشہ یوں ہی حیلے کیا کرتے ہو ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں تھے۔ یہ گستاخانہ جملہ سن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے، اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا او دشمن خدا ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا :

''عمر رضی اللہ عنہ ! تم سے کچھ اور امید تھی، مجھے حسن اداء کا کہتے اور اس کو سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرے۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ قرض ادا کر کے بیس صاع کھجوریں

زیادہ دے دو۔'' السنن الکبریٰ للبیھقی: (11284)

وہ لوگ جو خون کے پیاسے تھے اور جن کے دستِ ستم سے آپ نے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائی تھیں انہی دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ تھا۔ دشمن اس دن مکمل آپ کے قابو میں تھے کہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو ایک ایک اذیت کا بدلہ لے سکتے تھے؛ مگر آپ نے یہ کہتے ہوئے سب کو معاف فرمادیا:

اذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاء

''جاؤتم سب آزاد ہو'' السنن الکبریٰ للبیھقی: (18276)

انسان کا اصل امتحان اپنے اہل خانہ اور ملازمین کے ساتھ معاشرت میں ہوتا ہے بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان کے لیے صبر وتحمل اور برداشت سے کام لینا مشکل نظر آتا ہے لیکن سرور عالم محمد رسول اللہ ﷺ ان مراحل میں بھی سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ خادم رسول ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپ ﷺ نے کبھی بھی مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ یہ کہ تو نے یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا۔'' بخاری: (6038)

سرور دو عالم محسن اعظم محمد رسول اللہ ﷺ نے عملی نمونہ پیش کیا اور امت کے افراد کو اس اچھے عمل کو اپنانے کی بھی ترغیب دلائی: چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ

''علم سیکھنے سے آتا ہے اور برداشت، حوصلہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔''

الصحیحۃ: (342)، صحیح جامع صغیر: (2328)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''غصہ مت کرنا، اس شخص نے بار بار یہی سوال لوٹایا، مجھے وصیت کیجیے، آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا، غصہ مت کرنا۔'' بخاری: (6116)

زندگی میں بیشتر ایسے واقعات پیش آتے ہیں، جن میں انسان جذبات سے مغلوب ہوجاتا ہے اور غیظ وغضب سے رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ فوری طور پر انتقامی کارروائی کی جائے، جیسا بھی ہو سکے سامنے والے کو اپنی برتری اور طاقت کا ایسا کرشمہ دکھایا جائے کہ دشمن طاقتیں ہمیشہ کے لیے زیر ہوجائیں، ممکن ہے اس سے ذہنی وقلبی سکون ملے اور مختلف خطرات سے نجات بھی؛ مگر اسلام نے جذبات میں آکر کسی فیصلہ کی اجازت نہیں دی ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''طاقت ور وہ شخص نہیں ہے جو کُشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے بلکہ طاقت ور تو درحقیقت وہ ہے جو غصے کے موقع پر اپنے (نفس کے) اوپر قابو رکھتا ہے۔'' بخاری: (6114)

اور ایسے مواقع پر برداشت کرنے والوں کے لیے عظیم الشان انعام کی نشاندہی فرمائی۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنا غصہ اتارنے اور بدلہ لینے پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ اپنے غصہ کو دبائے اور قابو میں رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ وہ جنت کی آہو چشم حوروں میں سے جس کو چاہے لے لے۔''

ابوداود: (4777) حسن

جب انسان مختلف مصائب اور پریشانیوں میں گرفتار ہوتا ہے، مستقبل کی غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہوتا ہے اور ہر لمحہ عدم تحفظ کے سایہ میں گزارتا ہے تو صبر وتحمل اور برداشت کھو بیٹھتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور اس کے فیصلوں کو دل وجان سے تسلیم نہیں کرتے حقیقت میں وہی لوگ اس غیر مستحسن عمل کا شکار ہوتے ہیں۔

نتیجۃ کہا جاسکتا ہے کہ آج عدم برداشت کے جو رجحانات فروغ پا رہے ہیں ان کی اصل اور بنیادی وجہ قرآنی تعلیمات سے انحراف اور تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے روگردانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت سے وابستہ ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اصلاح معاشرہ

چمن کی حفاظت

تحریر.....مولانا محمد یحییٰ طاہر

دنیا میں بسنے والی تمام مخلوقات میں سے انسان ایک ایسی ہستی ہے جب یہ بگڑ جائے تو معاشرے کا امن وسکون تباہ و برباد ہو جایا کرتا ہے اور اگر یہ صحیح اور درست رہے تو معاشرے میں امن وسکون کی بہار آجایا کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کی اصلاح کے لیے مالک کائنات نے اپنی طرف سے وقتاً فوقتاً انبیاء بھیجے اور آخر یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل کر کے ختم کر دیا۔ جب تک امت اس کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا رہی کامیاب و کامران رہی۔

لیکن بدقسمتی سے آہستہ آہستہ کر کے عمل میں کمزوری آتی گئی اور آج صورت حال یہ ہے کہ اکثریت بے دینی کے سیلاب سے متاثر نظر آتی ہے۔

اصلاح معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو پورا کرے وگرنہ معاشرے میں بگاڑ اور بدامنی اور ہر طرف سے پریشانیاں انسان کا مقدر بن جایا کرتی ہیں۔

ان ذمہ داریوں میں سے ایک بہت بڑی ذمہ داری اپنی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے ماتحت لوگوں کی تربیت کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَـاأَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُـوا قُـوا أَنْـفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ [التحریم:٦]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں....''

اس آیت میں اہل ایمان کو ان کی ایک خاص ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے آپ کو بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے

ارشادفرمایا:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

[صحيح البخاري / كتاب الأحكام/ باب قوله تعالىٰ :أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم:٧١٣٨]

''تم میں سے ہرایک نگہبان ہے اورتم میں سے ہرایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا چنانچہ حکمران سے اس کی رعایا کی بارے میں پوچھا جائے گا اور شوہر اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا بیوی شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے اسکے بابت پوچھا جائے گا اور خادم (غلام) اپنے آقا کے مال کا مسئول ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا خبردار تم میں ہرایک نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

انسان اپنے تحت رہنے والوں کی اسلامی نہج پر تربیت کرنے کا ذمہ دار ہے خاص طور پر جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کرکے اس کو اولاد جیسی نعمت سے نوازا تو اب انسان پر لازم ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی قدر کرے اور اس کی تربیت کی طرف خاص توجہ دے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ، أَحَفِظَ ذَلِكَ أَمْ ضَيَّعَ؟))

[صحيح الترغيب والترهيب(١٩٦٧) قال الشيخ الألباني:حسن صحيح]

''بے شک اللہ تعالیٰ ہرنگران سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھیں گے کہ اس نے ان کی حفاظت کی ہے یا ان کو ضائع کیا ہے۔''

اپنے ماتحت لوگوں کی صحیح اسلامی تربیت نہ کرنا حقیقت میں ان کو ضائع کرنا ہی ہے۔خاص طور پر بچوں کی تربیت کا مسئلہ تو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو سفید کپڑے کی طرح بے داغ ہوتا ہے جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے ماحول اس پر اثر انداز ہوتا ہے آخر بچہ اسی ماحول میں رنگ جاتا ہے جس میں وہ پرورش پاتا ہے۔

جس طرح ایک چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کرتا اور خیال رکھتا ہے کہ کہیں کوئی بھیڑیا بکری کسی درندے کی طرف نہ چلی جائے بعینہ اسی طرح اپنے بچوں کو بری محفلوں اور مجلسوں سے بچانا اور انکا خیال رکھنا انسان پر واجب اور ضروری ہے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً))

[صحيح البخاري:كتاب الذبائح والصيد/ باب المسك (٥٢١٤)، صحيح مسلم/ كتاب البر والصلة / باب استحباب مجالسة الصالحين (٢٦٢٨)]

''نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا۔پس کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) عطیہ دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا یا یہ کہ تو پاکیزہ خوشبو اس سے پالے گا اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا پھر تو اس سے بدبو پائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی مثال دے کر سمجھایا کہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے جس طرح عطر فروش کے پاس بیٹھنے میں فائدہ ہی ہے نقصان نہیں اور برے لوگوں کے ساتھ رہنے میں نقصان ہی نقصان ہے جس طرح بھٹی دھونکنے والے کے پاس بیٹھنے میں نقصان ہے فائدہ نہیں۔

بچے نرم شاخ کی طرح ہوتے ہیں اگر تو اس کو شروع سے ہی سیدھا رکھا جائے تو سیدھی رہتی ہے وگرنہ مضبوط تنا بننے کے بعد اس کو سیدھا کرنا بہت مشکل ہو جایا کرتا ہے اور چھوٹی عمر میں بچوں کی تربیت کرنے کا بہترین موقع ہوتا ہے کیونکہ بچے سفید کپڑے کی طرح ہوتے ہیں اور سفید کپڑا ہر رنگ

کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے جبکہ رنگدار کپڑے کو رنگنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوَيُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ؟))ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾

[صحيح البخاري/ كتاب التفسير/ باب﴿ لا تبديل لخلق الله﴾ (٤٧٧٥)]

''کوئی بچہ نہیں جو پیدا ہو مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور پیدا ہوتا ہے تو وہ صحیح سالم ہوتا ہے کیا تم نے ان میں سے کوئی کان یا ناک کٹا ہوا دیکھا ہے ..؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی ﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ﴾ اللہ کی اس فطرت کے مطابق جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا جائز نہیں یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

معلوم ہوا بچے تو صحیح العقیدہ ہوتے ہیں ان کے والدین جس طرح کی تربیت کریں گے وہی نتائج حاصل ہونگے اگر بچوں کو بچپن سے ہی اسلامی تعلیم و تربیت میں پروان چڑھایا جائے تو دنیا و آخرت سنور جائے گی لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو دنیا و آخرت برباد اور تباہ ہو جائے گی۔ موجودہ دور کی کیفیت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ دنیاوی مال و زر کی دوڑ میں لوگ اندھے ہوئے پھرتے ہیں اور وہ بچے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت تھے اور بچپن سے ہی ان کی تربیت اسلامی نہج پر کرنا واجب تھی ان کی صورت حال یہ ہے کہ جب تک بچہ سن شعور کو پہنچتا ہے اس وقت تک انگریزی کلچر اس کے ذہن میں رچ بس چکا ہوتا ہے اور والدین بھی اسی میں فخر سمجھتے ہیں کہ ہمارا بچہ ایک ماڈرن انگریز ہونا چاہیے۔ پھر وہ بھی اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے میں ہی اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ اسلام اور ایمان کی اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ اسلام اور ایمان کسے کہتے ہیں اور اس کے کیا تقاضے ہیں۔

والدین بچوں کو دنیاوی فنون سکھلانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور دن رات محنت

مزدوری کر کے اس کے اخراجات اور مطالبات پورے کرتے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ بچہ کئی کئی ڈگریاں اور ڈپلومے تو حاصل کر جاتا ہے لیکن دینی تعلیم کی طرف اس کی رہنمائی نہیں کی جاتی صورتحال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں رہنے والی اکثریت نماز، روزہ اور دیگر اسلام کی بنیادی اور ضروری باتوں سے نابلد ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ایک اہل درد نے سنسان جو دیکھا قفس
یوں کہا: آتی نہیں کیوں اب صدائے عندلیب

بال و پر دو چار دکھلا کر کہا صیاد نے
یہ نشانی رہ گئی ہے اب بجائے عندلیب

بچے کو اس کی ابتدائی زندگی سے ہی اسلامی ماحول مہیا کرنا اور ہر موقع پر اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی رہنمائی کرنا اور اس کی عادات و اخلاق کو اسلامی رنگ میں رنگنا والدین کی اولین ذمہ داری ہے تا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ایک باعمل مسلمان فرد ثابت ہو۔

ابو سلمہ کے بیٹے عمر بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((يَا غُلَامُ سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ))

[بخاری: کتاب الأطعمة / باب التسمية على الطعام والاكل باليمين (٥٣٧٦)]

میں نے اپنا بچپن رسول اللہ ﷺ کی گود میں گزارا کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ برتن کے تمام اطراف میں گھومتا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے لڑکے اللہ کے نام سے آغاز کرو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے لقمہ اٹھاؤ۔'' عمر بن ابو سلمہ فرماتے ہیں اس کے بعد ہمیشہ میرا کھانا کھانے کا یہی طریقہ رہا۔

ابو سلمہ جب فوت ہو گئے تو ام سلمہ نے نبی ﷺ سے شادی کر لی اور اس وقت عمر بن ابو سلمہ ابھی

بچے تھے۔ذرا غور کریں کہ آپ ﷺ اپنے سوتیلے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا کر کس طرح کھانا کھانے کی تربیت دے رہے ہیں اور پھر اس تربیت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ عمر بن ابوسلمہ کہتے ہیں ساری زندگی میرا کھانا کھانے کا یہی معمول رہا۔آج ہم ذرا اپنے معاملے پر غور کریں کہ ہماری کیا کیفیت ہے۔نہ تو خود اسلامی تعلیمات کو اپناتے ہیں اور نہ ہی بچوں کی تربیت پر غور وفکر کرتے ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے؛

أَرَانِی أَنْسٰی ما تَعلَّمت فِی الکِبر
ولستُ بِناسی ما تعلمت فی الصِّغر
وما العِلم إلاّ بالتَّعلیم فی الصبا
وما الحلم إلاّ بالتحلم فی الکبر

''میں نے جو تعلیم بڑی عمر میں حاصل کی وہ بھول جاتا ہوں اور جو چھوٹی عمر میں سیکھا تھا وہ نہیں بھولا۔''''علم تو وہ ہے جو بچپن میں سیکھا اور بردباری وہ ہے جو بڑے ہو کر سیکھی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مُرُوا أَوْلاَدَكُمْ بِالصَّلاَةِ وَهُمْ أَبْنَاء سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاء عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِی الْمَضَاجِعِ))

[ابوداود:کتاب الصلاۃ/ باب متیٰ یؤمر الغلام بالصلاۃ:٤٩٥ وقال الألبانی حسن]

''اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور اس پر انہیں مارو جب وہ دس برس کے ہو جائیں اور انہیں ایک دوسرے سے بستروں میں الگ کر دو۔''

بچوں کو اسلامی تعلیمات میں اس طرح ڈھالا جائے کہ جب وہ سن شعور کو پہنچیں تو اسلام اور ایمان ان کے دل ودماغ میں رچ بس چکا ہو۔اسی لیے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دو۔

آج معاشرے میں بگاڑ اور فساد کی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمان اپنی اصل میراث کھو بیٹھے اور اس کی جگہ بے دینی اپنے ڈیرے جمائے ہوئے ہے۔

جس طرح بچوں کی اسلامی نہج پر تربیت کرنا لازم اور ضروری ہے اسی طرح بچیوں کی تربیت اس

سے بھی کہیں زیادہ ضروری ہے کیونکہ بچی کی گود مستقبل میں ایک درسگاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اولاد کی تربیت ماں کی تربیت پر موقوف ہے اگر بچی کی تربیت اسلامی نہج پر نہ ہوئی تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

الأمُّ مدرسةٌ إذا أعددْتَها
أعددْتَ شعباً طيبَ الأعراقِ

''ماں کی گود ایک درسگاہ ہے اگر تو نے اس درسگاہ کو سنوار دیا تو گویا ایک بااصول اور پاکیزہ نسب والی قوم وجود میں آ گئی۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ۔وَضَمَّ أَصَابِعَهُ)) [صحيح مسلم:كتاب الأدب / باب البر والصلة:(٦٦٣٨)]

''جس نے دو لڑکیوں کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئیں میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے، آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔''

یعنی جس طرح شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی اکٹھی اور ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں میں اور وہ ایسے ہونگے۔

اولاد کی نیک تربیت جس طرح دنیا میں انسان کے لیے نیک نامی اور عزت کا سبب بنتی ہے اسی طرح مرنے کے بعد صدقہ جاریہ اور بلندی درجات کا سبب بن جائیگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ))

[صحيح مسلم:كتاب الوصية / باب مايلحق الانسان من الثواب بعدوفاته (٤٣١٠)]

''جب بندہ فوت ہو جاتا ہے اس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگوں کو فائدہ اور نفع حاصل ہو، ایسی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

زلزلے.....!محض ظاہری حرکت یا عذاب اور تنبیہ؟

حافظ اعزاز الحق بن مولانا نعیم الحق نعیم

روز افزوں کرۂ ارض پر بالعموم اور ارضِ پاک پر بالخصوص بڑھتے ہوئے زلزلے ہر عام وخاص کے لیے ایک سوالیہ نشان ہیں۔اپنی اپنی علمی استعداد اور نقطۂ نظر سے ہر انسان اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے،بعض کے نزدیک ان زلزلوں کا تعلق محض ظاہری حرکات وسکنات سے ہے جبکہ بعض ان زلزلوں کو عذابِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں،جس کا مقصد جن وانس کو متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ اول الذکر طبقہ اپنی فکر کی ترویج اس طرز پر کرتا ہے کہ آخر الذکر طبقہ کی فکر کسی حد تک معدوم ہو جائے۔ تاہم افکار کی درستی اسی بات میں ہے کہ ظاہری حرکات وسکنات اور باری تعالی کی طرف سے تنبیہ باہم دونوں باتوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ذیل کی سطور میں زلزلے کے متعلق پہلے سائنس اور پھر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تین باتوں کا ذکر ہوگا:

(۱)زلزلوں کی آمد کا سبب۔(۲)روک تھام کی تجاویز۔(۳)زلزلوں کی تباہی سے تحفظ۔

سائنس اور زلزلے:

حقائق کے مظہر سے قبل اقوامِ عالم میں اس قسم کے توہمات رائج تھے کہ مافوق الفطرت قوتوں کے حامل دیوہیکل حیوانات،مثلا: گائے،چھپکلی،کچھوا،برفانی کتا اور دیگر حیوانات کی اندرونِ زمین مختلف حرکات کے باعث زمین پر زلزلہ ظاہر ہوتا ہے۔اس قبیل کے تمام توہمات اور قدیم وجدید سائنسی نظریات سے قطع نظر کرتے ہوئے حال میں جو سائنسی نظریہ رائج ہے اس کے مطابق بر وبحر میں ایک خاص قسم کا توازن قائم ہے،جیسے ہی یہ توازن غیر متوازن ہوتا ہے تو ردِّ عمل زلزلہ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔اس توازن کے بگڑنے کا سبب اکثر وبیشتر زمین پر موجود گلیشیرز کا پگل کر سمندر میں شامل ہونا ہے،جس سے سمندر پر دباؤ بڑھتا ہے اور توازن برقرار نہ رہنے کی وجہ سے زمین کی تہہ

میں موجود پلیٹیں سِرکنا شروع کر دیتی ہیں، بالآخر اِن ارضی پلیٹوں کے سرکنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی حرکت کا اثر سطحِ زمین پر زلزلے کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ زلزلوں کے متعلق موجودہ سائنس کی معتمد اور مقبول ترین تحقیق یہی نظریہ ہے جسے ''پلیٹ ٹیکٹونکس'' (Plate Tectonics) سے موسوم تحقیق پر مرتب کیا گیا ہے۔

زلزلوں کی روک تھام اور ان سے ہونے والی تباہی سے مکمل تحفظ دو الگ الگ مسائل ہیں۔ ان میں سے پہلے مسئلے، زلزلوں کی روک تھام کا سائنسی حل اسی صورت متوقع ہے کہ تیزی سے رونما ہونے والی ماحولیاتی تبدیلی پر قابو پایا جائے کیونکہ یہی وہ واحد بنیادی سبب ہے جو زلزلہ، سونامی اور دیگر آسمانی آفات کو متحرک کرتا ہے۔ دوسرا مسئلہ، زلزلوں کی تباہی سے بچاؤ اسی صورت ممکن ہے کہ سائنسی اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ایسی عمارتیں تعمیر کی جائیں جو زلزلوں کی شدت کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ اس سلسلہ میں جاپان اور دیگر کثیر الزلزلہ ممالک بہ طور نمونہ پیش کیے جاسکتے ہیں جن کی آبادیاں زلزلوں کے سائنسی اصولوں کے مطابق بسائی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ سائنس کے مطابق: ارضی پلیٹوں کی حرکت زلزے کی آمد کا سبب بنتی ہے، روک تھام کی تجاویز میں سرِ فہرست موسمیاتی یا ماحولیاتی تبدیلی پر قابو حاصل کرنا ہے اور زلزلوں کی تباہی سے مکمل تحفظ سائنسی نقطۂ نظر سے عمارتیں تعمیر کرنا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور زلزلے:

سائنسی ترقی کے باوجود تا حال آسمانی آفات کا وجود اور سببِ ورود اللہ کے علم وقدرت کے ساتھ ہی متعلق ہے اور علم الٰہی کے متعلق معلومات اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے سے ہم تک پہنچائی ہیں۔ قرآنِ کریم میں زلزلوں کے متعلق یہ بات بیان کی گئی ہے کہ زمین اپنی پیدائش کے بعد متحرک تھی، چنانچہ اللہ رب العزت نے زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا جس سے زمین کی حرکت سکون میں تبدیل ہوگئی۔ لیکن انسان کی تخلیق کے بعد زمین کا متحرک ہونا (زلزلہ آنا) جن وانس کے اعمال کے ساتھ متعلق کر دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں آسمانی آفات کو عذابِ الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور عذاب بہ طور سزا نازل کیا جاتا ہے؛ یقیناً سزا وار نافرمانی

کے عوض ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔یعنی اہل زمین کی نافرمانیوں اور گناہوں کی پاداش میں آفات یا عذاب نازل کیے جاتے ہیں تاکہ لوگ نافرمانیوں سے باز آجائیں۔تو اسلام نے جو بات بتائی ہے وہ ''نافرمانی'' ہے جو زلزلہ اور دیگر آسمانی آفات کا سبب بنتی ہے۔

نافرمانی کے ساتھ ایک اور چیز ہے جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے، یعنی ''اچھائی کی ترغیب دلانا اور نافرمانی، گناہ سے روکنا''۔ یہ وہ مقام ہے جس پر مامور افراد جب اپنی ذمہ داری سے روگردانی کرتے ہیں تو ''نافرمانی'' کیتمام حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور معاشرے میں نہی عن المنکر کا پرچار کرنیوالوں کے معدوم ہونے سے یہ امت عذابِ الٰہی سے دوچار ہو کر رہ جاتی ہے۔یعنی ''نہی عن المنکر'' کا فروغ زلزلوں کی روک تھام کے لیے مؤثر عمل ثابت ہو سکتا ہے۔

اب اس حقیقت کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ نہی عن المنکر کے اجراء میں رُکاوٹ کس طرح عذابِ الٰہی کا سبب بنتی ہے! قرآن میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ [الأنفال:٢٥]

''اور تم ایسے وبال سے بچ جاؤ! جو لازماً انھی لوگوں کو نہیں پہنچے گا جنھوں نے خاص طور پر تم میں سے ظلم کیا ہوگا اور جان لو کہ بے شک اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر نبی مکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہو جاتی ہے:

إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلاَ يُغَيِّرُونَهُ ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهِ

''لوگ برائی دیکھ کر اسے ختم کرنے کی کوشش نہ کریں تو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب نازل کر دے (جو برائی کرنے والوں اور اس سے منع نہ کرنے والوں دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے)''۔(سنن ابن ماجة:٤٠٠٥ ، الصحيحة:١٥٦٤)

یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اہلِ معصیت کو معصیت سے نہ روکنا زلزلے، سیلاب، طوفان اور دیگر آفات کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔گویا برائی کا مرتکب ہونا تو درکنار، برائی سے نہ روکنا بھی ایسے ہی ہے جیسے ہم اپنے اوپر برائی مسلط کر رہے ہیں یا ہم بھی برائی میں شریک ہو رہے ہیں۔اس بات کی تائید نبی

کریم ﷺ کی اس حدیث سے ہوجاتی ہے:

((مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا . . . . . الخ))

''اللہ تعالی کے منع کردہ امور میں مداہنت کرنے والے شخص اور ان کا ارتکاب کرنے والے شخص کی مثال یوں ہے کہ کچھ لوگوں نے ایک بحری جہاز میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی۔ کچھ لوگ اس کے نیچے کے حصے میں ہوگئے اور کچھ اس کے اوپر کے حصے میں۔ پس ایک شخص جو اس کے نیچے کے حصے میں تھا، اوپر والوں کے پاس سے پانی وغیرہ لے کر گزرتا رہا تو انہوں نے اس کی تکلیف محسوس کی (اور ناگواری کا اظہار کیا)، چنانچہ اس نے کلہاڑا لیا اور جہاز کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا شروع کر دیا (تاکہ اپنی پانی کی ضرورت پوری کر سکے)، پھر وہ سب (بحری جہاز والے) اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہیں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم نے میری (آمدورفت کی وجہ سے) تکلیف محسوس کی تھی حالانکہ پانی کے بغیر میرے لیے کوئی چارۂ کار نہیں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا:) اب اگر وہ اس کے ہاتھوں کو روک لیتے ہیں تو اس کو بھی بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے۔ اور اگر اسے (اس کی حالت پر) چھوڑ دیتے ہیں تو اسے بھی ہلاک کر ڈالیں گے اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کر ڈالیں گے''۔ (صحيح البخاري:2686)

اس مثال میں بحری جہاز سے مراد معاشرہ ہے اور معاشرے میں نافرمانی کرنے والا شخص وہ ہے جو کلہاڑا پکڑ کر جہاز میں سوراخ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اب اس ''نافرمان'' یا کلہاڑا بردار شخص کے خلاف جدوجہد ترک کر دینا ایسے ہی ہے جیسے کسی جہاز کو غرق ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے یا بالفاظِ دیگر کسی معاشرے کو تباہ ہونے کے لیے بے یارومددگار چھوڑ دیا جائے۔ نتیجتاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کے متعلق عدمِ توجہ برتنے پر پورا معاشرہ عذابِ الٰہی کی گرفت میں آجاتا ہے۔ یقیناً نہی عن المنکر ایک ایسا اصول ہے جس پر عمل درآمد جہاں معاشرے کو برائیوں سے پاک کرتا ہے وہاں آسمانی آفات سے حفاظت بھی بخشتا ہے۔

مختصراً، اسلام نے آسمانی آفات کے نازل ہونے کے متعلق مزید جن دیگر اسباب کا ذکر کیا ہے ان تمام اسباب کا انحصار اور ماحصل نہی عن المنکر کے اصول کے فقدان پر ہوتا ہے۔ ان آفات میں

سے بہ طور ذکرِ خاص قربِ قیامت زلزلوں کی کثرت ہے، اسلام نے اس کثرت کے متعلق یہ بات بتائی ہے کہ قربِ قیامت بدکاری، شراب نوشی، قتل وغارت گری اور دیگر کبیرہ گناہ اس قدر عام ہوجائیں گے کہ وہ گناہ معاشرے کا حصہ بن جائیں گے۔ یعنی قربِ قیامت زلزلوں کی کثرت عوام الناس کے گناہوں کی کثرت کے باعث ہوگی جس کا مقصد جن وانس کو معصیات کے متعلق متنبہ کرنا ہے۔ اس ساری گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فروغ زلزلوں کی روک تھام کے لیے مؤثر عمل ہے۔

سائنس اور اسلام کا تقابلی جائزہ:

اگر اسلام اور سائنس کی زلزلوں کے متعلق تحقیق کا مطالعہ باہم مطابقت وموافقت پیدا کرنے کی غرض سے کیا جائے تو ذکر کردہ تقریر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سائنس اور اسلام نے زلزلوں کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں باہم کسی قسم کا تصادم نہیں، لیکن کیسے.....؟

سائنس کے مطابق زلزلہ ارضی پلیٹوں کے سرکنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ سائنسی تحقیق کسی قدر انسانی عقل کو بھاتی ہے لیکن یہ نظریہ ابھی اپنی منطقی تحقیق کو نہیں پہنچا کیونکہ اپنی مسلّم معقولیت کے باوجود اس نظریہ کو غلط تو نہیں کہا جاسکتا البتہ مبنی بر ظاہر ضرور کہا جاسکتا ہے۔ دراصل اس سب کی بنیاد ظاہری ''علامت'' (ارضی پلیٹوں کی حرکت) پر ہے۔ جبکہ اسلام نے زلزلوں کے متعلق جو بات بتائی ہے وہ ''نافرمانی'' ہے جو زلزلوں کے آنے کا ''سبب'' بنتی ہے۔ یہ بات کہنا یقیناً قرینِ قیاس ہے کہ نافرمانی زلزلوں کے آنے کا ''سبب'' ہے اور زلزلے کے ظہور سے قبل ارضی پلیٹوں کا حرکت کرنا زلزلے کی آمد کی ''علامت'' ہے۔ مزید توضیح اس مثال سے ہوسکتی ہے کہ:

''ایک مالک اپنے ملازم کے ہاتھ پر ڈنڈا مارتا ہے جس سے اس کے ہاتھ کی انگلی ٹوٹ جاتی ہے۔ ملازم کے والدین تک یہ خبر پہنچتی ہے کہ آپ کے بچے کے ہاتھ پر ڈنڈا لگنے سے ہاتھ کی انگلی ٹوٹ گئی ہے''۔ اب اطلاع ملنے پر والدین بچے کے ہاتھ پر صرف مرہم پٹی کروائیں گے یا اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دریافت کریں گے کہ آخر ہاتھ پر ڈنڈا ''کیوں'' مارا گیا؟ یقیناً اس ''کیوں'' کا جواب تلاش کیا جائے گا جو انگلی ٹوٹنے کی اصل وجہ اور ''سبب'' ہے، نہ کہ والدین صرف ظاہری

علامت (ڈنڈا لگنے) پر اکتفا کرتے ہوئے مستقبل میں ہاتھوں کو مضبوط بنانے کی ترکیب اپنائیں گے اور فی الفور مرہم پٹی سے گزارا کرلیں گے۔

اگر حقیقت یہی ہے اور یقیناً ایسے ہی ہے کہ ڈنڈا لگنا ہاتھ کی انگلی ٹوٹنے کی ''علامت'' ہے اور اس کا ''سبب'' بچے کی ''نافرمانی'' ہے تو پھر جس زلزلے سے بے شمار جانیں اور بے حساب سرمائے کا ضیاع ہوتا ہے اس کے متعلق بھی ''سبب'' اور ''علامت'' کے مابین فرق کرتے ہوئے اسلام اور سائنس دونوں کے مطابق آئندہ کا لائحہ عمل اپنانا چاہیے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اس قدر تیزی سے موسم یا ماحول ''کیوں'' تبدیل ہورہا ہے!

سابقہ گفتگو سے مزید یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ سائنس کے مطابق زلزلوں کی روک تھام ماحولیاتی یا موسمیاتی تبدیلی پر قابو پانے سے ممکن ہے اور زلزلوں کی تباہی سے تحفظ مخصوص نقطۂ نظر سے عمارتیں تعمیر کرنے سے ممکن ہے، جو بلاشبہ ایسی تجاویز ہیں جن سے کسی کو کوئی انکار یا اختلاف نہیں بلکہ ان پر جلد از جلد عمل بھی ہونا چاہیے تاکہ جس قدر ممکن ہو تباہی سے بچا جاسکے۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ صرف اسی سائنسی عمل پر اکتفا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ زلزلوں کی روک تھام کے لیے اسلام کا بتایا ہوا اصول ''نہی عن المنکر'' (یعنی برائی کے خلاف جدوجہد) کا اجراء اُسی طرز پر کیا جانا چاہیے جس کے بارے میں اسلام نے ہمیں تفصیلاً آگاہ کیا ہے، تاکہ زلزلوں کی روک تھام کے سلسلے میں زلزلوں کے وجود پذیر ہونے کی ''علامت'' کے ساتھ ساتھ ''سبب'' بھی باہم ملحوظ رہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ماحولیاتی تبدیلی سے پلیٹوں کا حرکت کرنا زلزلے کے آنے کی ''علامت'' ہے اور جن وانس کی نافرمانیاں زلزلوں کی آمد کا ''سبب'' ہیں اور یہ زلزلے رب العالمین کی طرف سے جن وانس کے لیے ایک قسم کی تنبیہ بھی ہیں۔ زلزلے سے ہونے والی مادی تباہی کی روک تھام سائنسی بنیادوں پر عمارتیں تعمیر کرنے سے ممکن ہے لیکن مکمل تحفظ کے لیے نہی عن المنکر کا اہتمام ضروری ہے جس کا فقدان ان زلزلوں میں مزید اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ بہ ہر صورت 'علامت' اور 'سبب' یا 'ظاہری سبب' اور 'حقیقی سبب' باہم دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر ہی ان آفات کا حفظِ ماتقدم کیا جاسکتا ہے۔

الفرقان حدیث نیٹ ورک

ڈیلی حدیث میسج سروس

روزانہ کی بنیاد پر حدیث میسج حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں

0305-6080250

اپنا نام اور شہر کا نام مذکورہ نمبر پر سینڈ کریں اور یہ بھی بتائیں کہ آپ میسج اردو میں موصول کرنا چاہتے یا رومن انگلش میں۔ خواتین سے گزارش ہے کہ وہ صرف اپنے والد کا نام سینڈ کریں۔ جو افراد میسج نہیں کر سکتے وہ کسی بھی دن مغرب کے بعد کال کر کے ہمیں مطلوبہ معلومات دے سکتے ہیں۔

والدین یا سرپرست صرف جمعہ کے دن ہم سے اپنے بیٹوں یا بیٹیوں کے رشتہ کے بارہ میں رابطہ فی سبیل اللہ کر سکتے ہیں۔

سات حصوں پر مشتمل
جلد آپ کے ہاتھوں میں
اسلامی مہینوں کی مناسبت سے
خطبات
حاصل پوری
تصنیف فضیلۃ الشیخ محمد عظیم حاصلپوری
معاون مجیب الرحمن رفیا
اسلامک بک کمپنی
طلنے کا پتہ
امین پور بازار بالمقابل بینک آف پنجاب فیصل آباد پاکستان 041-2647308 - 0321-6607308
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان 0333-6607308 - 0300-8658535
e-mail: islamicbookcompany@gmail.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور مولانا حکیم محمود سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی یادگار

الجامعۃ الاسلامیۃ السلفیہ جامع مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

13 مئی 2016 بروز جمعہ

عصر بعد نماز

اصح الکتب بعد کتاب اللہ

تقریب تکمیل

صحیح بخاری شریف

ان شاء اللہ

سیۃ قاسم بخاری

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالوحید ساجد صاحب حفظہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ ھذا

حضرت مولانا فضیلۃ الشیخ استاذ العلماء حافظ محمد شریف صاحب حفظہ اللہ

فاضل مدینہ منورہ یونیورسٹی

فیصل آباد

ان شاء اللہ بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمائیں گے

طلبا جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم اہلحدیث ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

جلیبیہ بیکرز 0324 6418595